ہفت روزہ

لاہور

# ندائے خلافت

30

www.tanzeem.org

مسلسل اشاعت کا
32واں سال

تنظیم اسلامی کا پیغام
خلافت راشدہ کا نظام

## تنظیم اسلامی کا ترجمان

20تا26 محرم الحرام 1445ھ/ 8 تا 14 اگست 2023ء


## قیام پاکستان اور اسلام کی نشاۃ ثانیہ

پاکستان، اِسلامی مملکت کی حیثیت سے 14 اگست 1947ء کو اس وقت دنیا کے نقشہ پر اُبھرا جب عالمی سیاست میں انقلابی تبدیلیاں رونما ہو رہی تھیں۔ یہ وہ زمانہ ہے کہ مغرب کی غلامی کی زنجیروں میں جکڑے ہوئے مشرقی ممالک جن میں اکثریت اسلامی ملکوں کی تھی، وہ آزادی حاصل کرنے کی غرض سے سرگرمِ عمل تھے۔ پیغمبر اسلام ﷺ کے مبارک عہد میں قائم ہونے والی پہلی اسلامی مملکت کے بعد، پاکستان دوسری مسلم ریاست ہے، جو عقیدۂ توحید کے عملی تقاضوں کو پورا کرنے کی غرض سے معرضِ وجود میں لائی گئی۔ اس مملکتِ خداداد کا نصب العین یہ ہے کہ اس سرزمین میں، اخوت و مساوات اور حریت کے انسانیت پرور اسلامی اصولوں کی روشنی میں، حقیقی جمہوری معاشرہ کا قیام عمل میں لایا جائے، تاکہ پاکستانی عوام، پہلے خود اسلامی دستورِ حیات کی دولت سے متمتع ہوں، پھر دنیائے اسلام کے اتحاد، اُس کی ترقی اور خوش حالی کے ضمن میں روایتی اسلامی کردار ادا کریں۔

نظریۂ پاکستان درحقیقت عالمِ اسلام میں ملت کے حقیقی تصور کے احیاء کی تمہید ہے۔ اس اعتبار سے دین اسلام کی نشاۃ ثانیہ اور مسلم ممالک کا باہمی اتحاد اور نتیجتاً عالمی امن و خوشحالی پاکستان کے وجود سے لازم و ملزوم ہیں۔

اس مملکت کے انہی بلند مقاصد کے پیش نظر تمام اسلامی ممالک کی نظر میں،
پاکستان اسلام کا ناقابلِ تسخیر قلعہ متصور ہے، جسے ابھی حقیقت بننا ہے۔

نظریۂ پاکستان
مطیع اللہ محمود

## اس شمارے میں


سرمایہ دارانہ نظام، جمہوریت اور اسلام

امیر سے ملاقات (17)

اسلامی نظام کی نظریاتی اساس (4)

حضرت عمر اور حضرت حسین رضی اللہ عنہما کی شہادت

فکرِ بے نور............

ہم آزاد ہیں!

# حضرت سلیمان علیہ السلام کا ملکۂ سبا کے نام خط

الہدیٰ 1046 ڈاکٹر اسرار احمدؒ

سُورۃُ النَّمل | بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ | آیات: 27 تا 30

قَالَ سَنَنۡظُرُ اَصَدَقۡتَ اَمۡ كُنۡتَ مِنَ الۡكٰذِبِيۡنَ ﴿۲۷﴾ اِذۡهَبْ بِّكِتٰبِىۡ هٰذَا فَاَلۡقِهۡ اِلَيۡهِمۡ ثُمَّ تَوَلَّ عَنۡهُمۡ فَانْظُرۡ مَاذَا يَرۡجِعُوۡنَ ﴿۲۸﴾ قَالَتۡ يٰۤاَيُّهَا الۡمَلَؤُا اِنِّىۡۤ اُلۡقِىَ اِلَىَّ كِتٰبٌ كَرِيۡمٌ ﴿۲۹﴾ اِنَّهٗ مِنۡ سُلَيۡمٰنَ وَاِنَّهٗ بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ ﴿۳۰﴾

**آیت: ۲۷** ﴿قَالَ سَنَنۡظُرُ اَصَدَقۡتَ اَمۡ كُنۡتَ مِنَ الۡكٰذِبِيۡنَ ﴿۲۷﴾﴾ ''سلیمانؑ نے کہا: ہم عنقریب دیکھیں گے کہ تم نے سچ کہا ہے یا تم جھوٹے ہو۔''

ہم معلوم کرلیں گے کہ واقعی تم ایک سچی خبر لے کر آئے ہو یا اپنی غیر حاضری کی سزا سے بچنے کے لیے جھوٹا بہانہ بنا رہے ہو۔

**آیت: ۲۸** ﴿اِذۡهَبْ بِّكِتٰبِىۡ هٰذَا فَاَلۡقِهۡ اِلَيۡهِمۡ ثُمَّ تَوَلَّ عَنۡهُمۡ فَانْظُرۡ مَاذَا يَرۡجِعُوۡنَ ﴿۲۸﴾﴾ ''میرا یہ خط لے جاؤ' اسے ان کے پاس جا کر ڈال آؤ' پھر ان سے الگ ہو کر دیکھتے رہو کہ وہ کیا جواب دیتے ہیں۔''

چنانچہ وہ ہدہد حضرت سلیمان علیہ السلام کا خط لے گیا اور جا کر ملکہ کے آس پاس یا شاید اس کی خواب گاہ میں پھینک دیا۔ ملکہ نے یہ غیر معمولی خط پڑھا تو فوری طور پر قوم کے بڑے بڑے سرداروں کو مشورے کے لیے دربار میں طلب کرلیا۔

**آیت: ۲۹** ﴿قَالَتۡ يٰۤاَيُّهَا الۡمَلَؤُا اِنِّىۡۤ اُلۡقِىَ اِلَىَّ كِتٰبٌ كَرِيۡمٌ ﴿۲۹﴾﴾ ''اس نے کہا کہ اے (میری قوم کے) سردارو! میری طرف ایک بہت عزّت والا خط ڈالا گیا ہے۔''

**آیت: ۳۰** ﴿اِنَّهٗ مِنۡ سُلَيۡمٰنَ وَاِنَّهٗ بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ ﴿۳۰﴾﴾ ''یہ (خط) سلیمان کی طرف سے ہے اور اس کا آغاز بسم اللہ الرحمٰن الرحیم سے ہوا ہے۔''

یہ قرآن کا واحد مقام ہے جہاں ''بسم اللہ الرحمٰن الرحیم'' سورت کے اندر اس کے متن میں شامل ہے۔ باقی ہر جگہ یہ سورتوں کے آغاز میں لکھی گئی ہے۔ اس کے بارے میں اختلاف ہے کہ سورتوں کے آغاز میں جہاں جہاں بھی بسم اللہ لکھی گئی ہے کیا اسے ایک آیت مانا جائے گا یا جتنی مرتبہ لکھی گئی ہے اتنی آیات شمار ہوں گی۔

## درس حدیث: فخر سے پرہیز کرے

عَنۡ عِيَاضِ بۡنِ حِمَارٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنۡهُ قَالَ: قَالَ رَسُوۡلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيۡهِ وَسَلَّمَ: ((اِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى اَوۡحٰى اِلَىَّ اَنۡ تَوَاضَعُوۡا حَتّٰى لَا يَبۡغِىَ اَحَدٌ عَلٰى اَحَدٍ وَلَا يَفۡخَرَ اَحَدٌ عَلٰى اَحَدٍ)) (رواہ مسلم)

حضرت عیاض بن حمار رضی اللہ عنہ راوی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ نے بذریعہ وحی مجھے مطلع فرمایا ہے کہ تواضع و خاکساری اختیار کرو تاکہ نہ ایک دوسرے پر کوئی ظلم کرے، اور نہ باہم ایک دوسرے پر فخر و مباہات کا اظہار کرے۔''

---

کبریائی اور بڑائی دراصل صرف اس ذات پاک کا حق ہے جس کے ہاتھ میں سب کی موت و حیات اور عزت اور ذلت ہے۔ اب انسان اگر کبریائی اور بڑائی کا دعوے دار ہو اور اللہ کے بندوں کے ساتھ غرور و تکبر اس کا رویہ ہو وہ گویا اپنی حقیقت بھول کر اللہ تعالیٰ کے مدمقابل آتا ہے، اس لیے وہ بہت بڑا مجرم ہے اور اس کا جرم نہایت سنگین ہے۔

ہفت روزہ ندائے خلافت لاہور

تا خلافت کی بنا دنیا میں ہو پھر استوار
لا کہیں سے ڈھونڈ کر اسلاف کا قلب و جگر

تنظیم اسلامی کا ترجمان نظامِ خلافت کا نقیب

بانی: اقتدار احمد مرحوم

20 تا 26 محرم الحرام 1445ھ جلد 32
8 تا 14 اگست 2023ء شمارہ 30

مدیر مسئول: حافظ عاکف سعید
مدیر: ایوب بیگ مرزا
ادارتی معاون: فرید اللہ مروت

نگران طباعت: شیخ رحیم الدین
پبلشر: محمد سعید اسعد، طابع: رشید احمد چودھری
مطبع: مکتبہ جدید پریس، ریلوے روڈ، لاہور

مرکزی دفتر تنظیم اسلامی

"دارالاسلام" ملتان روڈ چوہنگ لاہور۔ پوسٹل کوڈ 53800
فون: 78-35473375 (042)
E-Mail:markaz@tanzeem.org
مقام اشاعت: 36-کے ماڈل ٹاؤن لاہور۔ 54700
فون: 03-35869501 فیکس: 35834000
nk@tanzeem.org

قیمت فی شمارہ 20 روپے

سالانہ زرِ تعاون
اندرون ملک ...... 800 روپے
بیرون پاکستان
امریکہ، کینیڈا، آسٹریلیا وغیرہ (14300 روپے)
انڈیا، یورپ، ایشیا، افریقہ وغیرہ (10800 روپے)
ڈرافٹ، منی آرڈر یا پے آرڈر
"مکتبہ مرکزی انجمن خدام القرآن" کے عنوان سے ارسال کریں۔ چیک قبول نہیں کیے جاتے
Email:maktaba@tanzeem.org

"ادارہ" کا مضمون نگار حضرات کی تمام آراء سے پورے طور پر متفق ہونا ضروری نہیں

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اداریہ
ایوب بیگ مرزا

# سرمایہ دارانہ نظام، جمہوریت اور اسلام

کیپٹلزم یعنی سرمایہ دارانہ نظام قریباً اڑھائی صدیوں سے اپنے مقاصد کے حصول کے حوالے سے بڑی کامیابی سے چل رہا ہے۔ اس کے ردِعمل میں کمیونزم اور سوشلزم وغیرہ آئے لیکن پون صدی میں ہی بُری طرح ناکام ہو کر پسپا ہو گئے۔ سوال یہ ہے کہ کیپٹلزم ایک استحصالی نظام ہونے کے باوجود کیوں ایک طویل عرصہ سے اپنے پنجے دنیا پر گاڑھے ہوئے ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ اس میں کوئی شک نہیں کہ اس نظام نے انسانوں کو دو حصوں میں تقسیم کر دیا ہے۔ ایک مراعات یافتہ سرمایہ دار طبقہ اور دوسرا اُن کا خدمت گزار اور اُن کے سرمائے میں اضافہ کرنے کے لیے جُت جانے والا طبقہ۔ سرمایہ دارانہ نظام کے معماروں نے یہ عقل مندی کی کہ اپنے خدمت گزار طبقہ کو بھی اتنا کچھ دیا کہ اُس کا پیٹ بھرا رہے۔ اُسے زندگی کی انتہائی بنیادی ضروریات فراہم ہوتی رہیں اور اُس پر بھوک، ننگ اور مایوسی طاری نہ ہو اور سرمایہ داروں کی دولت میں روز بروز اضافہ کرنے کے لیے اُس کے جسم میں توانائی موجود رہے۔ حسن اتفاق ہی سمجھیں کہ جب سرمایہ دارانہ نظام کا جال بچھایا جا رہا تھا اُن ہی دنوں میں یورپ میں انسانی حقوق کا غلغلہ بلند ہونا شروع ہوا اور ظلم و جبر اور استبداد و استحصال کے خاتمے کی بھرپور جدوجہد بھی چل رہی تھی۔ یہ بات بھی کہی جاسکتی ہے جو کسی نہ کسی درجہ میں درست ہوگی کہ اس جدوجہد کا نتیجہ انقلابِ فرانس کی صورت میں سامنے آیا۔ سرمایہ دارانہ نظام کے معماروں نے بھانپ لیا کہ اس عوامی رجحان اور اُس سے پیدا ہونے والے نتائج کو مکمل طور پر پابند سلاسل نہیں کیا جاسکتا گویا اقتدار کی راہداریوں میں عوام کو حصہ دینا ناگزیر ہو گیا ہے تو خود سرمایہ داروں نے اپنے زیر نگرانی جمہوریت کی نقاب کشائی کی اور یہ طے کر دیا گیا کہ نظام سرمایہ دارانہ ہوگا اور جمہوری طرزِ حکومت ہوگا گویا اس استحصالی، ظالمانہ اور بدنما نظام پر جمہوریت کا دیدہ زیب غلاف چڑھا دیا گیا۔ لیکن اُس کی طنابیں اپنی گرفت میں رکھیں۔ یہی وجہ ہے کہ کوئی غریب یا متوسط طبقہ سے تعلق رکھنے والا شخص جمہوریت کو سیڑھی بنا کر اقتدار کی منزل حاصل نہیں کر سکتا۔ اسی کا ردِعمل ہوا کہ کمیونزم بڑے قلیل عرصہ میں دنیا کے ایک بہت بڑے حصے پر چھا گیا۔ لیکن حقیقت میں کمیونزم ریاستی کیپٹلزم کی بدترین شکل ثابت ہوا اور بمشکل پون صدی نکال سکا اور غتر بود ہو گیا۔

بے لگام سرمایہ دارانہ نظام تو اسلام کی ضد ہے۔ اس نظام کی بنیاد انسانوں کے استحصال اور ظلم و جبر پر ہے جبکہ اسلام کے بارے میں یقین سے کہا جا سکتا ہے کہ عدل اسلام کا مرکز و محور ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ جمہوریت نے بعض اصول اسلام سے مستعار لیے ہیں۔ مثلاً سیاسی نظام کے حوالے سے اللہ تعالیٰ قرآنِ پاک میں جو بنیادی اصول دیتا ہے: ﴿ وَ اَمْرُهُمْ شُوْرٰى بَيْنَهُمْ ﴾ اس

اصول کو جمہوریت نے بڑی گہرائی اور گیرائی سے اپنایا۔ لہٰذا جمہوری اداروں میں مشاورت کا عمل بہت زیادہ ہوتا ہے۔

انسانوں نے جب انفرادیت سے اجتماعیت کی طرف کا سفر شروع کیا تو پہلے قبیلے وجود میں آئے۔ بعدازاں قبیلے مل کر سلطنتوں کی شکل اختیار کر گئے تو بادشاہت کا سلسلہ شروع ہوا۔ اسلام کا جب آغاز ہوا تو ایران اور روم جیسی بڑی بڑی سلطنتیں قائم ہو چکی تھیں اور حکمرانی کا سلسلہ نسل در نسل چلتا تھا۔

پہلی اسلامی ریاست کے فطری سربراہ حضور ﷺ تھے۔ اُنہوں نے کسی کو اپنا جانشین نامزد نہ کیا۔ البتہ آئندہ خلیفہ قرشی ہونے کی شرط عائد کر دی۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو ایک مشاورت کے بعد خلیفہ منتخب کر لیا گیا۔ آپؓ کے دورِ خلافت میں بہت سے فتنوں نے سر اٹھا لیا تھا۔ آپؓ اپنے سوا دو سال کے دورِ خلافت میں ان فتنوں کو فرو کرتے رہے اور اس دنیائے فانی سے کوچ کرنے سے پہلے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو اپنا جانشین مقرر کر دیا۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ اپنے دورِ خلافت میں ایک مرتبہ حج کا فریضہ ادا کر رہے تھے کہ ان کے کان میں یہ بات پڑی کہ لوگ کہہ رہے ہیں کہ عمر رضی اللہ عنہ کے بعد فلاں شخص کو خلیفہ بنا لیں گے۔ آپؓ نے اس پر سخت ردِعمل کا اظہار کیا اور کہا کہ یہ تو لوگوں کا حق ہے کہ وہ طے کریں کہ اُن کا خلیفہ کون ہوگا؟ اور جب بدبخت ابولُولُو مجوسی نے اُن پر قاتلانہ حملہ کیا تو آپؓ نے زخمی حالت میں چھ افراد کی کمیٹی بنا دی جسے نئے خلیفہ کا انتخاب کرنا تھا۔ چار دستبردار ہو گئے، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ رہ گئے تو حضرت عبدالرحمان بن عوف رضی اللہ عنہ کی ذمہ داری لگائی گئی کہ لوگوں کی رائے لی جائے۔ ان میں سے خلیفہ بننے کے لیے کس کو ترجیح دی جائے۔ حضرت عبدالرحمان بن عوف رضی اللہ عنہ نے مدینہ کے مردوں سے عورتوں سے یہاں تک کہ گلی میں کھیلتے ہوئے بچوں سے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بارے میں رائے دریافت کی اور پھر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے حق میں فیصلہ سنایا۔

حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کی تخت نشینی کا باقاعدہ اعلان ہو گیا، لیکن اُنہوں نے اُس وقت تک خلافت قبول نہ کی جب تک ایک وسیع سطح پر مشاورت نہ ہوئی اور اُن کے خلیفہ بننے کی تائید اور توثیق نہ کی گئی۔ تاریخ اسلام سے اس طرح کے درجنوں واقعات تحریر کیے جا سکتے ہیں جس سے ثابت کیا جا سکتا ہے کہ اسلام کے اوّلین دور میں خلیفہ کی تعیناتی کے لیے مختلف طریقوں سے عوام کی رائے حاصل کی گئی۔ اگرچہ اُس دور میں انتخابات یا ووٹنگ کا باقاعدہ طریقہ ہرگز طے نہیں تھا۔ لیکن جمہور کی رائے کو اوّلین فوقیت دی جاتی تھی تا آنکہ خلافت ملوکیت کا جزو لاینفک بن گئی اور عوامی رائے کا حصول یا اُس کا لحاظ قصہ ماضی بن گیا۔ لیکن ہم یہاں یہ ثابت کرنا چاہتے ہیں کہ آج جو جمہوریت کا سب سے بڑا کارنامہ یہ بتایا جاتا ہے کہ اس میں عوام طے کرتے ہیں کہ حکمران کون ہوگا، یہ بھی اولاً اور اصلاً اسلام کا بتایا ہوا راستہ ہے، جسے آج کے دور میں صرف institutionalize کیا گیا ہے۔ پھر یہ کہ سرمایہ داروں نے اپنے سرمائے کو بروئے کار لا کر اس کو اپنی گرفت میں لیا ہوا ہے اور سرمایہ دار ہی اس جمہوریت کو اپنے مقاصد کے لیے استعمال کر رہا ہے۔

ہمارے مذہبی طبقہ کا المیہ یہ ہے کہ وہ اپنے نقاب پوش دشمن سرمایہ دارانہ نظام تک پہنچ ہی نہیں پا رہا۔ اس صورت میں اُسے پہچانے گا کیسے اور اُس کی وارداتوں کا توڑ کیسے کرے گا۔ اس لیے کہ یہ سرمایہ دارانہ نظام ہی ہے جو سودی معیشت اور میڈیا کے ذریعے دنیا پر حکومت کر رہا ہے اور اسلام اور مسلمانوں کو خاص طور پر ظلم و ستم کا ہدف بنائے ہوئے ہے۔ سرمایہ دارانہ نظام کے پشتیبان جمہوریت کو اپنی ڈھال بنا کر اپنے قبضہ کو آگے بڑھا رہے ہیں اور اپنے سامراجی پنجوں کو زیادہ سے زیادہ زوردار انداز میں دنیا پر گاڑھتے چلے جا رہے ہیں۔ ہمارا مذہبی طبقہ صحیح صورتِ حال کو سمجھنے میں بُری طرح ناکام ہو رہا ہے، لہٰذا لٹھ لے کر جمہوریت کے پیچھے پڑ گیا ہے اور سرمایہ دارانہ نظام کے بارے میں مکمل طور پر خاموش ہے۔ گویا وہ چور پر حملہ آور ہے چور کی ماں کو کچھ نہیں کہہ رہا حالانکہ جمہوریت میں سے وہ چیزیں نکال دی جائیں جو کافرانہ اور مشرکانہ ہیں تو باقی وہ جمہوریت بچے گی جو اسلام سے مستعار لی گئی ہے۔ اگر مسلمان اور اُن کے رہنما مل جل کر سرمایہ دارانہ نظام پر براہِ راست حملہ آور ہوں تو کامیابی کی صورت میں جمہوریت میں موجود وہ تمام کافرانہ اور مشرکانہ شِقات ہرگز نہیں ٹھہر سکیں گی اور خود بخود ایک ایسا نظام اور طرزِ حکومت سامنے آئے گا جس میں حاکمیت اعلیٰ اللہ رب العزت کی ہوگی کوئی قانون سازی قرآن وسنت کے منافی نہیں ہوگی اور حکمران کی حیثیت اُس کے نائب اور خلیفہ کی ہوگی۔ پھر زمین پر بھی حکومت الٰہیہ اُسی طرح ہوگی جیسی آسمانوں میں ہے۔ آیئے! اپنے اصل دشمن (سرمایہ دارانہ نظام) کو پہچانیں اور اُس کا تیا پانچہ کریں طرزِ حکومت خود بخود ٹھیک ہو جائے گا۔

❁ حج مبرور کا لٹمس ٹیسٹ یہی ہے کہ حج کرنے کے بعد کی زندگی ایمانی لحاظ سے پہلے سے بہتر ہو۔

❁ جہاد جُہد سے ہے اور جُہد کوشش کو کہا جاتا ہے۔ وہ کوشش جس میں اللہ کے کلمے کی سربلندی مقصود ہو جہاد فی سبیل اللہ کہلائے گا۔

❁ آبادی کا ایک بڑا حصہ جاگیرداری اور وڈیرہ شاہی کے زیرِ تسلط ہے لہٰذا صاف و شفاف اور غیر جانبدارانہ انتخابات یہاں ممکن ہی نہیں۔

❁ ہم دیانتداری کے ساتھ سمجھتے ہیں کہ انتخابی سیاست سے نظام کو چلایا جاسکتا ہے لیکن نظام کو تبدیل ہرگز نہیں کیا جاسکتا، نظام کی تبدیلی کے لیے واحد راستہ انقلابی تحریک ہے۔

❁ اللہ کا شکر ہے کہ اب بھی دین کے لیے کام کرنے کے جتنے مواقع اسلامی جمہوریہ پاکستان میں ہیں شاید پوری دنیا بلکہ عالم اسلام میں کہیں نہیں۔

## امیر تنظیم اسلامی محترم شجاع الدین شیخ کے رفقائے تنظیم و احباب کے سوالوں کے جوابات

میزبان: آصف حمید

مرتب: محمد رفیق چودھری

**سوال:** حج کے تقاضے کیا ہیں؟ اس دفعہ سفرِ حج کے حوالے سے آپ کے کیا تاثرات ہیں، نیز مسلمانوں کی موجودہ زبوں حالی پر کیا تبصرہ کریں گے؟

**امیر تنظیم اسلامی:** کرونا کی وباء کی وجہ سے جو پابندیاں عائد تھیں وہ اس سال اُٹھالی گئی تھیں اور اندازہ کے مطابق تقریباً 25 لاکھ حاجیوں کی آمد متوقع تھی لیکن اس کے باوجود باوثوق ذرائع کے مطابق تقریباً پونے 19 لاکھ حجاج کرام تھے جن میں 2 لاکھ مقامی تھے اور ساڑھے سولہ لاکھ کے قریب دنیا بھر سے آئے تھے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اخراجات بہت زیادہ بڑھ چکے ہیں، وہاں جا کر اندازہ ہوا کہ وہاں بھی مہنگائی بہت زیادہ بڑھی ہے۔ اس وجہ سے پاکستان کے لیے جو کوٹہ مقرر تھا اس سے بھی کم لوگوں نے درخواستیں جمع کروائیں اور پاکستان کو کچھ کوٹہ واپس کرنا پڑا۔ اس سال سب سے زیادہ حجاج بنگلہ دیش سے آئے تھے۔ حاصل کلام یہ ہے کہ جو توقع تھی اس سے کم تعداد میں حجاج آئے۔

حج کی برکات اپنی جگہ ہیں، اجتماعی سطح پر بھی اس کے کئی اثرات ہیں اور انفرادی سطح پر بھی جو برکات حاصل کرنا چاہے کرسکتا ہے اور حج کرنے کے بعد کی زندگی میں بھی کچھ اثرات دکھائی دیتے ہیں۔ ایک صاحب آسٹریلیا سے آئے تھے، ان کا وہاں ایئر کنڈیشنر کی مرمت وغیرہ کا کام تھا جس میں کچھ انشورنس کمپنیوں کی involvement کا معاملہ بھی تھا، اس حوالے سے ان کے ذہن میں شکوک پہلے سے موجود تھے لیکن حج کے دوران سیکھنے کا موقع ملا اور یہ ارادہ لے کر گئے کہ وہ انشورنس میں ملوث نہیں ہوں گے۔ وہ چہرے پر سنت رسول بھی سجا کر گئے، بعد میں بھی ان سے رابطہ رہا اور اندازہ ہوا کہ ان میں کافی تبدیلی آئی ہے۔ اسی طرح اور بھی کئی مثالیں پیش کی جاسکتی ہیں۔ انفرادی سطح پر حج کی برکات اپنی جگہ ہیں۔ جو فائدہ اُٹھانا چاہے وہ اُٹھا سکتا ہے لیکن اگر صرف رسم پوری کرنے جائیں تو پھر وہ فوائد حاصل نہیں ہوتے۔ حج مبرور کا لٹمس ٹیسٹ یہی ہے کہ بعد کی زندگی ایمانی لحاظ سے پہلے سے بہتر ہو۔ رسول اللہ ﷺ نے حج مبرور کی شرائط بیان فرمائی ہیں کہ نہ بے حیائی کا کام کرے، نہ کوئی لڑائی جھگڑا کرے، نہ گالم گلوچ کرے۔ لیکن بدقسمتی سے اکثر 8 ذوالحجہ کو کھانے پر جھگڑا ہوتے دیکھا ہے، عرفات میں اکثر یہ جھگڑے چل رہے ہوتے ہیں کہ ظہر کی دو رکعت پڑھنی ہیں یا چار پڑھنی ہیں اور عصر ملا کر پڑھنی ہے۔ اس بحث میں پڑ کر لوگ ''الحج العرفہ'' کی برکات سے محروم رہتے ہیں، یہ بھی دیکھا گیا کہ مرد اور عورت منیٰ میں بیٹھ کر ٹھٹھے مار رہے ہیں، عرفات میں گپ شپ ہو رہی ہے۔ اسی طرح آبِ زم زم کی 5 لٹر کی بوتل لانے کی اجازت ہے لیکن دیکھا گیا کہ واپسی پر بعض پاکستانی پوسٹل سروس والوں کو سو، پچاس ریال تھما دیتے ہیں کہ دو چار بوتلیں اضافی ڈال دو۔ اللہ معاف کرے۔ جس طرح روزے کا حاصل تقویٰ ہے، اسی طرح ہر عبادت کا ایک حاصل ہے اگر وہ ہی حاصل نہ ہوا تو کیا فائدہ۔ کسی بھی عبادت کی قبولیت کی علامت علماء بیان کرتے ہیں کہ اس کے بعد بندے میں کوئی تبدیلی پیدا ہو۔ تبدیلی تو بعد کی بات ہے قابل توجہ بات یہ ہے کہ

رہ گئی رسم اذاں روحِ بلالی نہ رہی
فلسفہ رہ گیا تلقینِ غزالی نہ رہی
نماز و روزہ و قربانی و حج
یہ سب باقی ہیں تو باقی نہیں ہے

آبِ زم زم لے کر آگئے، چائنہ کی ٹوپی، تسبیح لے کر آگئے، ترکی کی جائے نماز لے کر آگئے، فلسطین سے آئی ہوئی کھجور لے کر آگئے، اللہ کی رضا و محبت بھی لے کر آئے ہو یا نہیں؟ از روئے الفاظ قرآنی: ﴿اِنَّ صَلَاتِیۡ وَ نُسُکِیۡ وَ مَحۡیَایَ وَ مَمَاتِیۡ لِلّٰہِ رَبِّ الۡعٰلَمِیۡنَ ﴿۱۶۲﴾﴾ (الانعام) ''میری نماز، میری قربانی، میری زندگی اور میری موت اللہ ہی کے لیے ہے جو تمام جہانوں کا پروردگار ہے۔''

کیا میرا ہر عمل اللہ تعالیٰ کے لیے ہے؟ حج کے دوران اکثر لوگ اپنے گھر والوں سے رابطہ کرتے ہیں، یہاں گھر والے دیکھ رہے ہوتے ہیں کہ حاجی صاحب خانہ کعبہ کے پاس ہیں، روضہ رسول ﷺ کے پاس موجود ہیں تو فرطِ جذبات سے بعض کے آنسو آجاتے ہیں اور بعض رو رہے ہوتے ہیں کہ ہمارے لیے بھی دعا کرو۔ لیکن خود حاجی صاحب کی اگر اپنی کیفیت نہیں بدلتی تو گویا اس نے حج سے کچھ حاصل نہیں کیا۔ اگر عبادت سے انفرادی سطح پر تبدیلی نہیں آئے گی تو اجتماعی تبدیلی کہاں سے آئے گی۔ حدیث میں ہے کہ بندہ حج سے ایسے لوٹتا ہے جیسے آج ہی اپنی ماں کے بطن سے اس کی ولادت ہوئی بشرطیکہ شرائط پوری ہوں اللہ توفیق دے۔ اگر اس کی توفیق مل گئی تو اب اس نعمت کی قدر بھی کرنی چاہیے اور بقیہ زندگی میں تبدیلی آنی چاہیے۔

**سوال:** ڈاکٹر اسرار احمدؒ کی ویڈیوز دیکھ کر انقلابی تحریک کا جذبہ میرے دل میں بیٹھ گیا ہے۔ میرا سوال یہ ہے کہ ہم کس طرح جہاد کا حق ادا کر سکتے ہیں اور اگر کوئی بندہ انقلاب سے پہلے انتقال کر جائے تو کیا وہ مجاہد کہلائے گا، رہنمائی فرمائیں؟ (سمیر احمد)

**امیر تنظیم اسلامی:** پہلے تو اللہ تعالیٰ ان کے جذبے کو مزید تقویت عطا فرمائے۔ بانی تنظیم اسلامی محترم ڈاکٹر اسرار احمدؒ کی ایک بہت جامع کتاب ''جہاد فی سبیل اللہ'' ہے، یہ اب آڈیو اور ویڈیو میں بھی دستیاب ہے۔ میری

پہلی گزارش تو یہ ہے کہ آپ اس کا مطالعہ ضرور کر لیں تاکہ جہاد کا وسیع تر مفہوم سامنے آجائے۔ جہاد جُہد سے ہے اور جُہد کوشش کو کہا جاتا ہے اور وہ کوشش جس میں اللہ کے کلمے کی سربلندی مقصود ہو وہ جہاد فی سبیل اللہ قرار پائے گی۔ جہاد کی شروعات اپنے نفس کے خلاف ہوتی ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: تم اللہ تعالیٰ کی اطاعت کے لیے اپنے نفس کا مجاہدہ کرو۔ یہ نفس کبھی خدا بن جاتا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿اَرَءَیْتَ مَنِ اتَّخَذَ اِلٰـهَهٗ هَوٰىهُ ط﴾ (الفرقان: 43) ”کیا تم نے دیکھا اُس شخص کو جس نے اپنی خواہش نفس کو اپنا معبود بنالیا ہے؟“

نفس چاہتا ہے کہ ہم اللہ کی نافرمانی کی طرف جائیں لیکن ہم نے اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری کی کوشش کرنی ہے۔ خود کو گناہوں سے بچانے کی کوشش کرنی ہے۔ اپنے نفس کو اللہ تعالیٰ کی اطاعت میں لانے کے بعد امر بالمعروف ونہی عن المنکر کے فریضے کو انجام دینے کے لیے کوشش کرنی ہے تا آنکہ نظام کی تبدیلی کے لیے اجتماعی جدوجہد کا حصہ بنا ہے۔ پھر جا کر کہیں قتال کا مرحلہ رسول اللہ ﷺ کے دور میں آیا۔ لیکن ہمارے سامنے مسلمان ہیں۔ لہٰذا یہاں یکطرفہ طور پر جان دینے کا معاملہ ہوگا جان لینے کا معاملہ نہیں ہوگا۔ یہ وضاحت بھی اس کتابچے کے اندر موجود ہے۔ جہاد ایک مستقل معاملہ ہے جو ساری زندگی جاری رہتا ہے۔ قرآن کہتا ہے: ﴿وَاعْبُدْ رَبَّكَ حَتّٰى يَاْتِيَكَ الْيَقِيْنُ ﴾ (الحجر) ”اور اپنے رب کی بندگی میں لگے رہیں یہاں تک کہ یقینی شے وقوع پذیر ہوجائے۔“

اللہ کی خوشنودی کے لیے ساری زندگی جہاد کرنا پڑتا ہے۔ لہٰذا جو شخص اس راستے میں انقلاب سے پہلے مر گیا تو وہ مجاہد ہے، البتہ مقتول فی سبیل اللہ وہ ہوتا ہے جو میدان جنگ میں کفار کے ساتھ جنگ میں شہید ہوجائے۔ وہ باتمام وکمال شہید بھی ہے اور مجاہد بھی ہے لیکن دین کے لیے مستقل محنت اور جدوجہد کرنے والا بھی ایک درجہ میں مجاہد کہلائے گا۔

**سوال:** حضرت علی ؓ کا فرمان ہے کہ میں نے اپنے ارادوں کے ٹوٹنے سے اپنے رب کو پہچانا۔ اس کی وضاحت کر دیں؟ (محمد عبداللہ، سیالکوٹ)

**امیر تنظیم اسلامی:** قرآن حکیم میں سورۃ التکویر کے آخر میں بہت مشہور آیت ہے: ﴿وَمَا تَشَآءُوْنَ اِلَّآ اَنْ يَّشَآءَ اللّٰهُ رَبُّ الْعٰلَمِيْنَ ﴾ ”اور تمہارے چاہے بھی کچھ نہیں ہوسکتا جب تک کہ اللہ نہ چاہے جو تمام جہانوں کا ربّ ہے۔“ ترغیب کے لیے ایک چھوٹا سا واقعہ عرض کرتا ہوں۔ ایک مشہور اینکر بتا رہے تھے کہ ان کے ایک دوست کا جوان بیٹا انتقال کر گیا۔ اس نے کہا ہم نے بڑا پیسہ خرچ کیا، ہسپتال بھی اچھا تھا، ڈاکٹر بھی اچھے تھے، سب کچھ تھا لیکن اللہ تعالیٰ نے ہمارے بچے کو واپس بلا لیا۔ حاصل کلام یہ ہے کہ انسان اپنی سوچ کے مطابق کوشش کرتا ہے مگر ہوتا وہی ہے جو اللہ چاہتا ہے۔

> **کسی بھی عبادت کی قبولیت کی علامت علماء بیان کرتے ہیں کہ اس کے بعد بندے میں کوئی تبدیلی پیدا ہو۔ اگر عبادت سے انفرادی سطح پر تبدیلی نہیں آرہی تو اجتماعی تبدیلی کہاں سے آئے گی۔**

**سوال:** سیاست میں حصہ لے کر اقتدار میں آنا اور پھر شریعت نافذ کرنا تنظیم اسلامی کے نزدیک صحیح طریقہ نہیں ہے۔ لیکن اگر کوئی اس نیت سے سیاست میں آتا ہے کہ میں اقتدار میں جا کر لوگوں کو نظام شریعت اور نفاذ شریعت کے حوالے سے تبلیغ کروں گا تو کیا یہ طریقہ صحیح ہوگا یا غلط؟ (شعیب جبار)

**امیر تنظیم اسلامی:** سب سے پہلے تو ہمیں سیاست کو سمجھنے کی ضرورت ہے جس کے بنیادی طور پر دو حصے ہیں:

(1)۔ نظری سیاست: بعض لوگ الیکشن میں حصہ نہیں لیتے لیکن وہ سیاست پر گفتگو کرتے ہیں، سیاسی رائے رکھتے ہیں اور سیاسی مشورے دیتے ہیں، یہ نظری سیاست ہے۔ اسی طرح جس بندے کے سامنے دین کا جامع تصور ہو وہ بھی لازماً سیاست پر گفتگو کرے گا کیونکہ دین پورے نظام حیات کا نام ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَتَعَاوَنُوْا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوٰى ۠ وَلَا تَعَاوَنُوْا عَلَى الْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ ۠﴾ (المائدۃ: 2) ”اور تم نیکی اور تقویٰ کے کاموں میں تعاون کرو اور گناہ اور ظلم و زیادتی کے کاموں میں تعاون مت کرو“

ایک داعی دین، ایک مبلغ دین صحیح کو صحیح اور غلط کو غلط لازماً کہے گا۔ غلط کی مذمت کرے گا اور صحیح کی حوصلہ افزائی کرے گا۔ اس تناظر میں وہ ذہن سازی کی بھی کوشش کرے گا۔ تنظیم اسلامی نظریاتی سیاست میں بھرپور حصہ لیتی ہے۔ ہم حکمرانوں کے اچھے کاموں کی تعریف بھی کرتے ہیں، غلط پالیسیوں کی نشاندہی بھی کرتے ہیں اور مشورے بھی دیتے ہیں۔

(2)۔ عملی سیاست: اس کے دو پہلو ہیں۔ ایک انتخابی سیاست ہے۔ یعنی اقتدار میں آنے کے لیے الیکشن میں حصہ لینا۔ بعض لوگ نیک نیتی سے سمجھتے ہیں کہ ہم اس راستے سے اسلام کو غالب کریں گے۔ کسی کی نیت پر شبہ نہیں کیا جاسکتا۔ بعض دینی سیاسی جماعتیں اسی منہج پر کام کر رہی ہیں لیکن ہم دیانتداری کے ساتھ سمجھتے ہیں کہ انتخابی سیاست سے نظام کو چلایا جاسکتا ہے لیکن نظام کو تبدیل ہرگز نہیں کیا جاسکتا اور پاکستان کی 75 سالہ تاریخ بھی اس بات کی گواہ ہے۔ اس کی کئی وجوہات ہیں جن میں وڈیرہ شاہی اور جاگیرداری نظام بھی ہے، آبادی کا بہت بڑا حصہ ان کے زیر اثر ہے اور باقی آبادی کی اکثریت کا معیار تعلیم بھی زیادہ بہتر نہیں ہے۔ اس وجہ سے یہاں صاف، شفاف اور غیر جانبدارانہ الیکشن ممکن ہی نہیں ہیں اور نہ ہی انتخابی راستے سے تبدیلی آسکتی ہے۔

البتہ عملی سیاست کا دوسرا پہلو انقلابی سیاست ہے جس پر تنظیم اسلامی یقین رکھتی ہے۔ ہم سمجھتے ہیں کہ موجود نظام کرپٹ ہے اور اس میں اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے احکامات کی خلاف ورزیاں ہو رہی ہیں۔ آئین میں لکھا ہوا ہے کہ یہاں قرآن وسنت کے خلاف کوئی قانون سازی نہیں ہوسکتی ہے۔ لیکن سرے عام اس کی خلاف ورزی بھی ہو رہی ہے۔ اسی طرح سود کا نظام ہے اور ہر طرح کی برائیاں ہیں لہٰذا ہم سمجھتے ہیں کہ اس نظام کو تبدیل کرنے کی ضرورت ہے۔ اس تبدیلی کے لیے ایک منظم جماعت کی ضرورت ہے جو دعوت وتبلیغ کا فریضہ سرانجام دے، جو لوگ اس دعوت کو قبول کریں، ان کی قرآنی تعلیمات کی روشنی میں تعلیم وتربیت کا اہتمام ہو، جب اس جماعت میں شامل افراد کی تعداد اتنی ہوجائے کہ وہ سمجھیں کہ اب ہم نظام کو چیلنج کر سکتے ہیں تو پھر منہج رسول ﷺ کی روشنی میں باطل نظام کے خلاف نکل کھڑے ہوں۔ حضور ﷺ کے دور میں تصادم کفار کے ساتھ ہوا تھا لہٰذا وہاں قتال کی گنجائش تھی مگر یہاں کلمہ گو مسلمانوں سے سامنا ہوگا لہٰذا یہاں ہم جان دینے کی بات کریں گے جان لینے کی بات ہرگز نہیں کریں گے اور ہم نفاذ دین کا مطالبہ منوانے کے لیے تحریک کا راستہ اختیار کریں گے۔ دنیا بھر میں لوگ اپنے مطالبات منوانے کے لیے تحریک کا راستہ اختیار کرتے ہیں۔ پاکستان میں بھی کئی تحریکیں کامیاب ہوچکی ہیں جیسا کہ ختم نبوت کی تحریک کامیاب ہوئی تھی۔ لہٰذا تنظیم اسلامی انتخابی سیاست میں نہیں بلکہ انقلابی سیاست میں اور نظری سیاست میں یقین رکھتی ہے۔ نظری سیاست میں ہم ملکی سیاست پر تبصرے بھی کرتے ہیں اور اس سطح پر دعوت وتبلیغ کا کام بھی کرتے ہیں۔ اس سطح پر دعوت وتبلیغ کے کام سے مراد صرف چند عبادات کی دعوت نہیں، چند رسومات کی

اصلاح کی دعوت نہیں بلکہ اللہ کے پورے دین کے قیام کی دعوت مراد ہے۔ بھائی کا سوال تھا کہ اس دعوت کو پہنچانے کے لیے الیکشن میں حصہ لیں۔ مگر اس کرپٹ نظام کا حصہ بن کر آپ کیسے اس کے خلاف دعوت دے سکتے ہیں، اس

اس پاک قرآن کے عجائبات، اس میں موجود علم کے موتی کبھی قیامت تک ختم نہیں ہوں گے۔ جتنا بندہ گہرائی میں جا کر تحقیق کرے گا، جدید دور کے فلسفیانہ سوالات کے جوابات تلاش کرے گا، نئے مسائل پیش آجائیں تو اجتہادی بصیرت رکھنے والا قرآن کریم میں غوطہ زنی کرے گا تو اتنے ہی علم وحکمت کے موتی اس کتاب سے برآمد ہوں گے۔

کے لیے پہلے آپ کو اس نظام کو خود چھوڑنا ہوگا، جو لوگ دین کے داعی ہیں، مبلغ ہیں وہ سیاستدانوں کو بھی دعوت دیں، بیوروکریٹس کو بھی دعوت دیں، سیاسی جماعتوں کے لوگوں کو بھی دعوت دیں، عوام الناس کو بھی دعوت دیں۔ اگر دعوت کے حوالے سے ہم سارے طبقات کو address کریں تو ہوسکتا کہ کسی سیاستدان کے دل میں اللہ تعالیٰ کا خوف پیدا ہو جائے، رسول اللہ ﷺ کے مشن کے ساتھ محبت پیدا ہو جائے تو اس کی پوزیشن اور صلاحیت دین کے لیے استعمال ہوگی۔ اسی طرح مقتدر طبقات میں سے کسی کا دل اللہ پھیر دے۔ ایک داعی فقط زبان استعمال کرسکتا ہے، ہوسکتا ہے مقتدر طبقات میں سے کوئی اپنی طاقت کو بھی استعمال کرلے۔ لہٰذا تبدیلی کے لیے پہلا کام دعوت ہے۔

**سوال:** میں اکاؤنٹس اور فنانس کا طالب علم ہوں اور مستقبل میں سی اے کرنا چاہتا ہوں تاہم دو تین ماہ قبل مجھے یہ حدیث ملی جس میں کہا گیا کہ سود لکھنا بھی حرام ہے اور لکھنے والا بھی اور شاید گواہی دینے والا سود کھانے والے کے برابر ہیں۔ میں پوچھنا چاہتا ہوں کہ اگر کوئی ان کمپنیوں کے اکاؤنٹس audit کرتا ہے جنہوں نے سود پر مبنی قرض لیا ہے تو اس کے بارے میں شریعت کا کیا حکم ہے؟ (عبدالرافع صاحب)

**امیر تنظیم اسلامی:** پہلی بات تو یہ ہے کہ اکاؤنٹنٹس سے متعلق بہت ساری فیلڈز ہوتی ہیں، بہت سارے اکاؤنٹنٹس انڈسٹری میں کام کر رہے ہیں، بہت سارے تعلیم کی فیلڈ میں ہیں، بہت سارے چارٹرڈ اکاؤنٹنٹس کنسلٹنسی کا کام کر رہے ہوتے ہیں۔ لہٰذا یہ ضروری نہیں ہے کہ ایک چارٹرڈ اکاؤنٹنٹ کسی بینک میں ہی کام کرے گا یا کسی ایسی فنانشل انسٹیٹیوشن میں ہی کام کرے گا کہ جس کا لین دین سود پر مبنی ہو۔ ان بھائی کا سوال تھا کہ اگر کوئی ان کمپنیوں کے اکاؤنٹس audit کرتا ہے جن کا سودی لین دین ہو تو کیا یہ جائز ہوگا؟ انہوں نے حدیث کا بھی ذکر کیا جو یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے لعنت فرمائی ہے سود لینے والے پر، سود دینے والے پر، سود کا معاملہ لکھنے والے پر اور اس پر گواہ بننے والے پر۔ یہ چاروں برابر ہیں۔ اس تناظر میں مفتیان کرام کی ایک رائے یہ ہے کہ وہ سٹوڈنٹس جو اپنی آڈٹ ٹریننگ کے دوران کسی انسٹیٹیوشن کا آڈٹ کرنے جاتے ہیں ان کا معاملہ الگ ہے کیونکہ وہ ان کا ٹریننگ سیشن ہے نہ کہ وہ اس سے کچھ کما رہے ہیں لیکن تب بھی آپ کسی ٹرانزیکشن کا آڈٹ کر رہے ہیں نہ کہ آپ نے اس کو لکھا ہے اور نہ ہی آپ اس پر گواہ بنے ہیں۔ آپ نے صرف چیک کیا ہے لیکن یہاں بھی ایک سوال پیدا ہوتا ہے کہ چیک کرنے کے بعد آپ نے آڈٹ کمپنی کا ٹھپہ تو لگا دیا۔ پھر چارٹرڈ اکاؤنٹنٹ بن جانے کے بعد جب آپ یا آپ کی آڈٹ فرم کسی کمپنی کا آڈٹ کرکے اپنی سٹمپ لگاتے ہیں تو یہاں سوال پیدا ہوتا ہے کہ آیا میری آمدن حلال ہے یا حرام ہے۔ اس حوالے سے دو فتاویٰ ہیں۔ ایک یہ ہے کہ اگر اس کمپنی (جس کا آڈٹ کر رہے ہیں) کی آمدن کا غالب حصہ حلال پر مشتمل ہے تو پھر ٹھیک ہے لیکن علماء یہ بھی کہتے ہیں کہ تقویٰ کا تقاضا یہ ہے کہ آپ کی آمدن کا چند فیصد بھی اگر ایسا ہے کہ جس میں شکوک ہیں تو اس چند فیصد سے بھی جان چھڑائیں۔ ان بھائی کو میں کہوں گا کہ اگر چاہیں تو یہ تفصیلی سوال لکھ مفتیان کرام سے بھی اپنا جواب لے لیں لیکن چونکہ میں خود بھی ان معاملات سے گزرا اور اس نوعیت کے سوالات ہمارے سامنے آتے رہے ہیں لہٰذا اس حوالے سے جو فتاویٰ ہیں وہ میں نے آپ کے سامنے رکھ دیے ہیں۔ حاصل کلام یہ ہے کہ زد بہرحال پڑتی ہے۔ البتہ سسٹم کو بدلنے کے لیے سسٹم کو سمجھنا بھی ضروری ہے مگر احتیاط ضروری ہے۔

**سوال:** قرآن کی تفسیر ہم خود نہیں پڑھ سکتے اور نہ ہی سمجھ سکتے ہیں۔ قرآن صرف مفتی یا عالم کی نگرانی میں سیکھا جا سکتا ہے۔ اس حوالے سے بتائیں کہ اپنے طور پر قرآن پڑھنا اور سیکھنا کتنا درست ہے؟ (مریزہ کریم صاحبہ، بھارت)

**امیر تنظیم اسلامی:** اس حوالے سے بانی تنظیم اسلامی ڈاکٹر اسرار احمدؒ نے ایک بڑا خوبصورت جواب دیا ہے کہ ایک ہے قرآن کا تذکر کا پہلو اور ایک تدبر کا پہلو ہے۔ سورہ صٓ میں ہے: ﴿كِتٰبٌ اَنْزَلْنٰهُ اِلَيْكَ مُبٰرَكٌ لِّيَدَّبَّرُوْٓا اٰيٰتِهٖ وَلِيَتَذَكَّرَ اُولُوا الْاَلْبَابِ ۝۲۹﴾ ’’(اے نبی ﷺ!) یہ کتاب جو ہم نے آپؐ پر نازل کی ہے بہت بابرکت ہے‘ تاکہ وہ اس کی آیات پر تدبر کریں اور ہوش مند لوگ اس سے سبق حاصل کریں۔‘‘

تذکر قرآن حکیم کا آسان اور سادہ پیغام ہے جو ہر ایک سمجھ سکتا ہے اور اس پر عمل کرسکتا ہے۔ ایک بدو نے آکر رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا: یارسول اللہ ﷺ! میں زیادہ باتیں یاد نہیں رکھ سکتا، کوئی سادہ سی بات بتا دیں جس پر عمل کر کے میں کامیاب ہو جاؤں۔ حضور ﷺ نے قرآن کی یہ آیت تلاوت فرمائی: ﴿فَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْرًا يَّرَهٗ ۝۷ وَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ شَرًّا يَّرَهٗ ۝۸﴾ (الزلزال) ’’تو جس کسی نے ذرّہ کے ہم وزن بھی کوئی نیکی کی ہوگی وہ اُسے دیکھ لے گا۔ اور جس کسی نے ذرّہ کے ہم وزن کوئی بدی کی ہوگی وہ بھی اُسے دیکھ لے گا۔‘‘

اس بدو نے کہا بس میرے لیے اتنا ہی کافی ہے، ان دو آیات کو میں پلے باندھ کر رکھوں گا اور ان پر عمل کروں گا۔ یہ کہہ کر وہ چلا گیا۔ حضور ﷺ نے فرمایا جس نے جنتی کو دیکھنا ہے اس کو دیکھ لیں۔ یہ قرآن کا تذکر کا پہلو ہے جو ہر ایک کی سمجھ میں آسکتا ہے اور اس پر عمل بھی کرسکتا ہے۔ جیسے ایک آیت ہے: ﴿كُلُّ نَفْسٍ ذَآئِقَةُ الْمَوْتِ ۭ﴾ (آل عمران: 185) ’’ہر ذی نفس کو موت کا مزہ چکھنا ہے۔‘‘ موت تو ایک دن آکر رہنی ہے۔ اتنی بڑی حقیقت ہے کہ ہر ایک کی سمجھ میں آنے والی ہے۔ تھوڑی بہت عربی آتی ہو تو رحمان کی زبان میں ہی قرآن کے پیغام کو سمجھا جا سکتا ہے۔ لیکن نہیں آتی تو ترجمہ پڑھنے سے بھی قرآن کا سادہ پیغام سمجھ میں آجاتا ہے۔ محافل قرآن میں بیٹھنے سے کئی باتیں سمجھ میں آسکتی ہیں، لیکن بندہ اس کا آغاز تو کرے تاکہ زندگی کا مقصد سمجھ میں آسکے کہ اللہ چاہتا کیا ہے؟ اس کے بعد قرآن کا دوسرا پہلو تدبر ہے۔ حضور ﷺ فرماتے ہیں: ((لاتنقضی عجائبه))

اس پاک قرآن کے عجائبات، اس میں موجود علم کے موتی کبھی قیامت تک ختم نہیں ہوں گے۔ جتنا بندہ گہرائی میں جا کر تحقیق کرے گا، جدید دور کے فلسفیانہ سوالات کے جوابات تلاش کرے گا، نئے مسائل پیش آجائیں تو اجتہادی بصیرت رکھنے والا قرآن کریم میں غوطہ زنی کرے گا تو اتنے ہی علم وحکمت کے موتی اس کتاب سے برآمد ہوں گے۔ قرآن کے ان دونوں پہلوؤں میں فرق کرلیں تو کوئی الجھن باقی نہیں رہتی۔ لیکن ہمارے ہاں لوگ دو انتہاؤں پر چلے جاتے ہیں جو کہ غلط ہے۔ ایک

انتہا یہ کہ کہا جاتا ہے کہ قرآن کا ترجمہ نہ پڑھو گمراہ ہو جاؤ گے۔ اس کے جواب میں میں کہتا ہوں کہ جتنے بڑے بڑے علماء نے قرآن کے ترجمے کیے ہیں، کیا انہوں نے گمراہ کرنے کے لیے کیے ہیں؟ جن کو عربی نہیں آتی انہیں ترجمہ پڑھ کے کچھ نہ کچھ تو فہم حاصل کرنا چاہیے۔ البتہ دوسری انتہا بھی غلط ہے کہ دو ترجمے پڑھنے کے بعد کوئی اپنے آپ کو علامہ، مفسر، مجتہد اور فقیہ سمجھنا شروع کر دے۔ یہ دونوں انتہائیں غلط ہیں۔ اعتدال ضروری ہے۔ یعنی یہ قدغن بھی نہ لگائیں کہ کوئی ترجمہ ہی نہ پڑھے۔ اگر کوئی قرآن کا ترجمہ وتفسیر پڑھ رہا ہے تو اس کی حوصلہ افزائی کریں کہ شاید وہ ہدایت کے حصول کے لیے پڑھ رہا ہو۔ ترجمے علماء نے عوام کے لیے ہی کیے ہیں۔ البتہ یہ بھی غلط ہے کہ کوئی ترجمہ پڑھ کر خود کو علامہ ہی سمجھ بیٹھے۔ قرآن میں اللہ تعالیٰ فرما رہا ہے: ﴿فَسْـَٔلُوْٓا اَهْلَ الذِّكْرِ اِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ ﴿٤٣﴾﴾ (النحل) ”تو تم لوگ اہل ذکر سے پوچھ لو اگر تم خود نہیں جانتے ہو۔“

بانی محترم ڈاکٹر اسرار احمدؒ سے کسی نے کہا کہ آپ کا بیان القرآن سننے پر بعض لوگ کہتے ہیں کہ احتیاط کرنی چاہیے تو آپ نے برملا کہا تھا کہ بیان القرآن سننے کے ساتھ ساتھ کوئی تفسیر بھی پڑھ لیں۔ انہوں نے کھلے دل سے علماء کی تفاسیر پڑھنے کی ترغیب دلائی۔ علماء سے مسائل پوچھے جائیں لیکن ترجمہ اور تفاسیر بھی علماء نے عوام کے لیے ہی کی ہیں۔ اس کے پڑھنے پر پابندی کیوں لگائی جائے۔

**سوال:** میں نے یوٹیوب پر ایک ویڈیو دیکھی ہے جس میں ڈاکٹر اسرار احمدؒ نے ایسے طلبہ کا ذکر کیا ہے جو بیرون ملک تعلیم حاصل کر رہے ہیں اور اقامت دین کی جدوجہد میں بھی حصہ ڈال رہے ہیں۔ ڈاکٹر اسرار احمدؒ کی گول میز کانفرنس میں شمالی امریکہ سے تنظیم اسلامی کا ایک رکن بھی موجود تھا۔ میں فارغ التحصیل انجینئر ہوں، اب میں بھی بیرون ملک اعلیٰ تعلیم حاصل کرنا چاہتا ہوں تاکہ میں نئی چیزیں سیکھ سکوں، ساتھ اسلام کا مطالعہ بھی کروں اور واپس آ کر اقامت دین کی جدوجہد میں حصہ لوں یا بیرون ملک رہ کر ہی اسلام کی خدمت کروں جیسا کہ بہت سے اسرائیلی ہارورڈ اور کیمبرج میں پڑھتے ہیں اور میڈیا اور سیاست کے ذریعے اثر انداز ہوتے ہیں۔ کیا مجھے اس غرض سے باہر جانا چاہیے یا اسی ملک میں رہ کر اقامت دین کی جدوجہد میں تنظیم اسلامی کا ساتھ دینا چاہیے۔ (محمد ابراہیم)

**امیر تنظیم اسلامی:** جہاں تک انہوں نے کہا کہ کسی خاص شعبہ میں مہارت حاصل کرنا چاہتے ہیں، اس میں تو کوئی حرج نہیں ہے۔ لیکن باہر کے حالات بھی مدنظر رکھیں۔ ابھی حال ہی میں چند اہل علم کی ویڈیوز دیکھنے میں آئی ہیں جن میں انہوں نے بتایا کہ کس طرح انہیں پیچ پیچ کر چلنا پڑتا ہے اور compromising attitude کے ساتھ دین کی ہلکی سی بات کرنے کی اجازت مل رہی ہے۔ لہٰذا ہمارا خیال تو یہ ہے کہ انسان جہاں پیدا ہوتا ہے وہاں کی زبان اور ماحول معاشرے کو سمجھتا ہے وہاں رہ کر لوگوں کو دعوت دینا زیادہ آسان ہوتا ہے۔ سب سے پہلے تو اپنے گھر والوں کو اور اپنے قریبی رشتہ داروں کو دعوت دینا ضروری ہے۔ اسی طرح ہم انبیاء ورسل کی زندگیوں کو دیکھیں تو وہ اپنے اپنے وطن میں ہی رہ کر دعوت دین کا کام کرتے رہے ہیں جب تک کہ ہجرت کا حکم نہیں آیا۔ لہٰذا ہمارے بھائی کے لیے میری تجویز تو یہ ہے کہ آپ پاکستان کو ہی فوکس کریں۔ اللہ کا شکر ہے کہ اب بھی دین کے لیے کام کرنے کے جتنے مواقع اسلامی جمہوریہ پاکستان میں ہیں پوری دنیا بلکہ عالم اسلام میں بھی کہیں نہیں۔ کسی شعبے میں مہارت حاصل کرنا الگ بات ہے جو کل دعوت دین اور نفاذ دین کی جدوجہد میں کام آئے لیکن اس سے قبل اپنے ایمان کو مضبوط کرنا، کتاب وسنت سے جڑنا، تربیت حاصل کرنا ضروری ہے۔

**سوال:** وہ لوگ جو ڈاکٹر صاحب کو سن کر، امیر سے ملاقات سن کر، آپ کا خطاب جمعہ سن کر سمجھتے ہیں کہ تنظیم کچھ اچھا کام کر رہی ہے اور وہ اقامت دین کی جدوجہد میں شامل ہونے کی ہمت کرتے ہیں اور ای میل کرتے ہیں کہ ہم تنظیم میں شامل ہونا چاہتے ہیں ان کے لیے آپ کیا رہنمائی کریں گے؟

**امیر تنظیم اسلامی:** ہم نے اوپن ممبر شپ کا concept نہیں رکھا ہوا کیونکہ ہم نے صرف تعداد نہیں بڑھانی بلکہ ہم کوشش کرتے ہیں جو رفقاء تنظیم میں شامل ہوں وہ سوچ سمجھ کر اور غور وفکر کرنے کے بعد پورے وثوق کے ساتھ شامل ہوں۔ میں نے خود 1991ء سے ڈاکٹر اسرار احمدؒ کو سننا شروع کیا تھا۔ 1998ء میں کراچی میں تنظیم کا اجتماع تھا جس میں ایک موضوع Why Tanzeem e Islami کے عنوان سے تھا جسے سننے کے بعد مجھے سمجھ آ گئی اور اس طرح میں سات سال غور وفکر کرنے کے بعد تنظیم میں شامل ہو گیا۔ ہماری کوشش ہوتی ہے کہ جو بھی تنظیم میں شامل ہو وہ پہلے تنظیم کے فکر کا تھوڑا بہت مطالعہ کر لے۔ اس حوالے سے ڈاکٹر صاحبؒ کی ایک کتاب فرائض دینی کا جامع تصور کے عنوان سے تنظیم کی ویب سائٹ پر بھی موجود ہے، اسی طرح ڈاکٹر صاحب کا ایک خطاب تنظیم اسلامی کی دعوت کے عنوان سے موجود ہے اس کو بھی سنا جا سکتا ہے۔ ان میں پوری تفصیل موجود ہے کہ تنظیم کی دعوت کیا ہے، دین کا جامع تصور کیا ہے، دینی فرائض کیا ہیں، اسی طرح ڈاکٹر صاحب کا ایک خطاب رسول انقلاب ﷺ کا طریقہ انقلاب کے عنوان سے ہے، اس سے معلوم ہوگا کہ حضور ﷺ کا منہج کیا تھا اور آج کے دور میں ہم اس کی روشنی میں کس طرح انقلاب کے لیے جدوجہد کر سکتے ہیں۔ اگر ہمارے ساتھی ان کتب اور خطابات سے استفادہ کر لیتے ہیں تو ان پر تنظیم کی فکر واضح ہو جائے گی۔ جو ہمارے ساتھی یوٹیوب پر ہمارا کوئی پروگرام دیکھ کر وہاں کمنٹس کرتے ہیں یا سوالات کرتے ہیں ہم باقاعدہ ان کے جوابات دیتے ہیں اور جو نئے ساتھی رابطہ کرنا چاہیں وہ وہاں کمنٹس کر سکتے ہیں، ای میل کر سکتے ہیں ہماری پوری کوشش ہوتی ہے کہ ان کو مطمئن کریں اور وہ ہمارے ساتھ رابطے میں رہیں۔ تنظیم میں شامل ہونے کے بعد سب سے پہلا کام اپنی ذات پر اسلام کا نفاذ ہے۔ ڈاکٹر صاحبؒ کا بڑا پیارا جملہ ہے کہ دین کا اصل مخاطب فرد ہے۔ لہٰذا جہاد اپنی ذات سے شروع ہوگا، یہاں سے اللہ کا کلمہ سربلند ہونا ہے، اپنی ذات پر ہمارا اختیار ہے، یہاں اسلام کا نفاذ ہوگا تو اس کے بعد بات آگے بڑھے گی۔

## دعائے مغفرت
انا للہ وانا الیہ راجعون

☆ حلقہ اسلام آباد کی مقامی تنظیم ایبٹ آباد کے ملتزم رفیق شیر افگن وفات پا گئے۔

برائے تعزیت: 0300-5712600

☆ حلقہ گوجرانوالہ، منفرد اسرہ لالہ موسیٰ کے مبتدی رفیق یاسر علی وفات پا گئے۔

برائے تعزیت: 0321-5226810

☆ تنظیم اسلامی کے معتمد محترم سید احمد حسن کی اہلیہ وفات پا گئیں۔

☆ حلقہ کراچی وسطی بنوری ٹاؤن کے ناظم دعوت محترم عمران عثمان کی ساس وفات پا گئیں۔

برائے تعزیت: 0300-2524312

☆ حلقہ کراچی وسطی کی مقامی تنظیم بنوری ٹاؤن کے رفیق محترم خبیب صدیقی کی بہن وفات پا گئیں۔

برائے تعزیت: 0308-2722027

اللہ تعالیٰ مرحومین کی مغفرت فرمائے اور پس ماندگان کو صبر جمیل کی توفیق دے۔ قارئین سے بھی ان کے لیے دعائے مغفرت کی اپیل ہے۔

اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لَهُمْ وَارْحَمْهُمْ وَاَدْخِلْهُمْ فِیْ رَحْمَتِكَ وَحَاسِبْهُمْ حِسَابًا يَّسِيْرًا

# اسلامی نظام کی نظریاتی اساس: ایمان (4)

(بانی تنظیم اسلامی محترم ڈاکٹر اسرار احمدؒ کے 1988ء کے ایک خطاب کی تلخیص)

(گزشتہ سے پیوستہ)

## اسلام کا تصورِ کائنات وانسان

اب میں آپ کو بتانا چاہتا ہوں کہ وہ کیا حقائق ہیں جن کا انکشاف وحی کے ذریعے انبیاء کرام ﷺ پر ہوا ہے۔ ان حقائق کو اگر ایک دوسرے کے ساتھ ملا کر دیکھا جائے تو واضح ہوگا کہ یہ دراصل اسلام کا تصورِ کائنات وانسان ہے' اسلامی نظامِ حیات کی نظریاتی اساس ہے' ایک فکر وفلسفہ ہے۔ اسلامی نظامِ حیات بالفعل وجود میں آنے کا احساس تب ہی ہوگا جب یہ فکری اساس تعمیر ہوگی۔ اگر یہ اساس ہی تعمیر نہیں ہوتی تو اس بات کا کوئی امکان نہیں کہ اسلام کا نظامِ حیات اپنی حقیقی صورت میں دنیا میں دوبارہ قائم ہو سکے۔ یہ بات ذہن میں رہے کہ ان حقائق کے ضمن میں جو چیزیں میں آپ کے سامنے بیان کروں گا' وہ اگرچہ سب کے سب قرآن مجید کے حقائق ہیں' تاہم ان میں سے بعض حقائق کو قرآن نے جلی انداز میں بیان کیا ہے اور بعض حقائق قرآن میں اشارات کی شکل میں آئے ہیں۔ ان میں جو صریح وجلی حقائق ہیں انہی کے مجموعے کا نام ایمان ہے۔ ان حقائق کی ضرورت ہر عام وخاص کو ہے۔ ایک ذہین شخص بھی اس کی احتیاج رکھتا ہے اور ایک عام انسان بھی۔ لہٰذا یہ حقائق جو ایمان کے بنیادی اجزاء ہیں' عام انسانی فہم کے قریب تر ہیں اور ان کو تکرار کے ساتھ بیان کیا گیا ہے۔ البتہ یہ حقیقت ہے کہ اسلام کا تصورِ کائنات وانسان پوری طرح تب ہی واضح ہوگا جب ان صریح اور جلی حقائق کے ساتھ مخفی حقائق کو بھی جمع کرلیا جائے۔ پس ان جلی اور خفی حقائق کو میں ایک ترتیب کے ساتھ آپ کے سامنے بیان کر رہا ہوں۔

## کائنات اور خالق کائنات کا تعلق

پہلی بات یہ ہے کہ یہ کل کائنات' یہ سلسلۂ کون ومکان' یہ سلسلۂ موجودات جو تاحدِ نگاہ ہمارے سامنے ہے' حادث اور فانی ہے۔ یہ ہمیشہ سے نہیں ہے اور نہ ہی ہمیشہ رہے گی۔ ایک اللہ ہی کی ہستی ہے جو ہمیشہ سے ہے اور ہمیشہ رہے گی اور اس ہستی کے ساتھ کائنات کی نسبت خالق اور مخلوق کی ہے۔ اللہ نے اسے بنایا ہے۔ اللہ تعالیٰ نہ صرف اس کا خالق ہے بلکہ وہی اس کی صورت گری کرنے والا اور وہی منتظم ہے۔

اللہ کی یہ تخلیق بالحق اور بامقصد ہے۔ یہ کوئی رام کی لیلا نہیں ہے' نہ دیوتاؤں کی تماش گاہ یا تھیٹر ہے۔ اللہ تعالیٰ نے واضح کر دیا ہے کہ اگر ہمارا ارادہ ہوتا کہ کوئی کھیل تماشا کریں تو ہم اپنے پاس سے کوئی بندوبست کر لیتے۔ سورۃ الانبیاء میں دوٹوک انداز میں فرمادیا گیا: ﴿وَمَا خَلَقْنَا السَّمَآءَ وَالْاَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا لٰعِبِيْنَ ⑯﴾ ''ہم نے آسمانوں اور زمین کو اور جو ان کے درمیان ہے' کھیل تماشے کے لیے نہیں بنایا''۔ اسی طرح سورۃ آلِ عمران میں فرمایا: ﴿رَبَّنَا مَا خَلَقْتَ هٰذَا بَاطِلًا ۚ سُبْحٰنَكَ فَقِنَا عَذَابَ النَّارِ ⑲١﴾ ''اے ہمارے رب! تُو نے یہ (کارخانۂ قدرت) بے مقصد نہیں پیدا کیا۔ تُو پاک ہے' پس ہمیں آگ کے عذاب سے بچا۔''

یہ کائنات ایک خاص وقت تک کے لیے ہے' جب اس کا وقت پورا ہو جائے گا تو فنا ہو جائے گی' جبکہ اللہ کی ہستی ہمیشہ سے ہے اور ہمیشہ رہے گی۔ اللہ کا کوئی مدمقابل' کوئی ہم سر اور ہم پلہ نہیں۔ انسان خیر وبھلائی اور اعلیٰ سے اعلیٰ خوبی کا جو تصور کر سکتا ہے وہ اللہ کی ذات میں بتمام وکمال موجود ہے۔ مثلاً قدرت ایک قدر ہے' تو اللہ تعالیٰ ''عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ'' ہے۔ علم ایک اعلیٰ قدر ہے تو اللہ تعالیٰ ''بِکُلِّ شَیْءٍ عَلِیْمٌ'' ہے۔ زندگی ایک اعلیٰ شے ہے' تو وہ ''اَلْحَیُّ الْقَیُّوْمُ'' ہے' اور اس کی حیات اتنی مکمل ہے کہ ''لَا تَاْخُذُهٗ سِنَةٌ وَّلَا نَوْمٌ'' (نہ تو اُسے نیند آتی ہے اور نہ اُونگھ)۔

کائنات اور خالق کائنات کے تعلق سے ان حقائق کو تسلیم کرنے کا نام ایمان باللہ ہے اور یہی ایمان سارے ایمانیات کی اصل اساس اور جڑ ہے۔ یہی وجہ ہے کہ جب ایمانِ مجمل کا ذکر آتا ہے تو اس میں سوائے ایمان باللہ کے اور کسی شے کا ذکر نہیں ہوتا' صرف اللہ اور اُس کی صفات کا ذکر ہوتا ہے۔ ایمانِ مجمل میں ہم میں سے ہر شخص یہ اقرار و تصدیق کرتا ہے کہ:

((آمَنْتُ بِاللّٰهِ كَمَا هُوَ بِاَسْمَائِهٖ وَصِفَاتِهٖ وَقَبِلْتُ جَمِيْعَ اَحْكَامِهٖ اِقْرَارٌ بِاللِّسَانِ وَ تَصْدِيْقٌ بِالْقَلْبِ))

''میں ایمان لایا اللہ پر جیسے کہ وہ ظاہر ہے اپنے اسماء وصفات سے۔ اور میں نے اُس کے تمام احکام قبول کیے۔ میں اس کا زبانی اقرار کر رہا ہوں اور اس پر دل سے یقین رکھتا ہوں۔''

اگر اللہ تعالیٰ پر ایمان ایک حقیقت کلی بن کر آپ کے دل میں جاگزیں ہوگیا ہے' اللہ کی ہستی' اُس کے حاضر و ناظر ہونے' اُس کے ''عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ'' اور ''بِکُلِّ شَیْءٍ عَلِیْمٌ'' ہونے اور اُس کے ہمیشہ ساتھ ہونے کا یقین اگر دل میں موجود ہے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ ایمان باللہ حقیقتاً موجود ہے۔ اور اگر یہ یقین نہیں تو پھر یہ محض ایک عقیدہ ہے' ایک dogma ہے' ایک موروثی خیال ہے' جو آپ کو وراثتاً منتقل ہوگیا ہے۔

## انسان کی تخلیق کے دو مراحل

دوسری بات یہ ہے کہ کائنات کی تخلیق کا نقطۂ کمال انسان ہے۔ یوں تو یہ آسمان' زمین' ستارے' سیارے' فضائیں' پہاڑ سب اللہ کی تخلیق ہیں اور یہ مخلوقات اس کی نشانیاں اور اس کی عظمت کے مظاہر ہیں' لیکن اللہ تعالیٰ نے تین وجود ایسے پیدا کیے ہیں جو مکلف ہیں۔ ایک فرشتے ہیں جو نوری الاصل ہیں' دوسرے جنات ہیں جن کا مادۂ تخلیق آگ ہے' اور تیسری مخلوق انسان ہے جو سلسلۂ ارضی کی مخلوقات (نباتاتی وحیواناتی سلسلۂ حیات) کی چوٹی پر فائز ہے۔ انسان کے شرف وامتیاز اور بلند مقام کا سبب کیا ہے؟ درحقیقت انسان کا وجود دو چیزوں سے مرکب ہے۔ ایک اس کا جسدِ حیوانی یا جسدِ مادی ہے جو خاکی الاصل ہے۔ یہ اسی زمین سے بنا ہے۔ نظریۂ ارتقاء سے قطع نظر' قرآن اور سائنس دونوں اس نکتہ پر متفق ہیں کہ انسان کی ابتدا قشرِ ارض (crust of the earth) سے ہوئی ہے۔ دوسرا انسان کا روحانی وجود ہے جو خاکی الاصل نہیں' بلکہ نوری الاصل ہے اور فرشتوں سے بھی بلند تر ہے۔ اللہ تعالیٰ نے تخلیق آدم کے وقت فرشتوں سے فرمایا: ﴿فَاِذَا سَوَّيْتُهٗ وَنَفَخْتُ فِيْهِ مِنْ رُّوْحِيْ فَقَعُوْا لَهٗ سٰجِدِيْنَ ⑫﴾ (ص) ''تو جب میں اس کی نوک پلک سنوار لوں اور اس میں اپنی روح میں سے پھونک دوں' تو اس کے سامنے سجدے میں گر پڑنا''۔ معلوم ہوا کہ انسان اور حیوانات میں فرق صرف کمیت کا نہیں بلکہ اصل فرق نوعیت کا ہے۔ حیوانات صرف اس خاکی اور زمینی وجود پر مشتمل ہیں اور ان کا کل وجود یہی ہے' جبکہ انسان جسدِ حیوانی کے ساتھ روحانی وجود بھی رکھتا ہے۔ شیخ سعدیؒ کہتے ہیں ؎

آدمی زادہ طرفہ معجون است
از فرشتہ سرشتہ وز حیوان

یعنی یہ آدمی زادہ عجیب معجون مرکب ہے۔ اس میں فرشتہ بھی

## رفقاء متوجہ ہوں

ان شاء اللہ

’’قرآن اکیڈمی ڈیفنس کراچی جنوبی‘‘ میں

19 تا 25 اگست 2023ء (بروز ہفتہ نمازِ عصر تا بروز جمعۃ المبارک 12 بجے)

# مبتدی تربیتی کورس

کا انعقاد ہو رہا ہے۔

زیادہ سے زیادہ رفقاء پروگرام میں شریک ہوں۔

**موسم کی مناسبت سے بستر ہمراہ لائیں**

برائے رابطہ: 0321-2192701/021-34306041

المعلن: مرکزی شعبہ تعلیم وتربیت: 78-35473375(042)

## گوشۂ انسدادِ سود

(گزشتہ سے پیوستہ)

وفاقی شرعی عدالت کے مذکورہ بالا فیصلے کو عوامی سطح پر زبردست پذیرائی ملی اور یہ امید پیدا ہوگئی کہ شاید پاکستان کے قیام کے 45 سال بعد اب ہمارا معاشی قبلہ درست ہو جائے گا اور عوام کو سود جیسے استحصالی اور ظالمانہ ہتھکنڈے سے نجات مل جائے گی۔ لیکن دوسری طرف سود خوروں اور بینکوں کو فکر لاحق ہوگئی کہ ان کا پھیلایا ہوا سودی قرضوں کا جال کہیں کمزور نہ پڑ جائے اور حکومت کو یہ فکر لاحق ہوئی کہ کہیں بین الاقوامی سطح پر قرضوں کے حصول میں مشکلات نہ پیدا ہو جائیں...... اور یہ بھی کہ کہیں تجارتی سرگرمیاں موقوف نہ ہو جائیں۔ چنانچہ 30 جون کے آنے سے پہلے پہلے مالیاتی اداروں، بینکوں اور بعض افراد نے سپریم کورٹ کے شریعت اپیلیٹ بینچ میں وفاقی شرعی عدالت کے فیصلے کے خلاف اپیلیں دائر کر دیں۔

یہ اپیلیں فیڈرل شریعت کورٹ کے فیصلے کے نفاذ کی راہ میں رکاوٹ بن گئیں اور سات سال تک سرد خانے میں پڑی رہیں۔ بالآخر 1999ء کے اوائل میں سپریم کورٹ آف پاکستان میں ایک شریعت اپیلیٹ بینچ تشکیل دیا گیا جس نے کئی ماہ تک مسلسل ان اپیلوں کی سماعت کی۔ پانچ رکنی اس بینچ میں جناب جسٹس خلیل الرحمن خان بطور چیئرمین شریک تھے، جبکہ جناب جسٹس وجیہہ الدین، جناب جسٹس منیر اے شیخ، جناب جسٹس مفتی مولانا تقی عثمانی اور جناب جسٹس ڈاکٹر محمود احمد غازی بطور ممبر شامل تھے۔ معزز عدالت نے سماعت کے دوران مقدمہ میں زیر بحث آنے والے اہم فقہی، معاشی، معاشرتی، قانونی اور آئینی ایشوز پر رہنمائی حاصل کرنے کے لیے فریقین کے وکلاء حضرات کے علاوہ ماہرین علم وفن سے بھی اپیل کی کہ وہ زیر بحث مسئلہ کے حوالے سے عدالت کی معاونت کریں۔ چنانچہ پاکستان سمیت اسلامی دنیا کے متعدد نامور محققین اور قانون دان حضرات نے فاضل عدالت کو assist کرتے ہوئے اپنی آراء اور تجاویز سے تحریری طور پر اور زبانی مستفید کیا، اور جدید وقدیم معاشی کتب وجرائد کے بے بہا ذخیرے میں سے اہم اقتباسات کی نقول عدالت کے ریکارڈ پر لائی گئیں۔

اس سارے مواد کی چھان پھٹک اور علماء اور وکلاء کی بحثوں کی سماعت کرنے کے بعد سپریم کورٹ کے شریعت اپیلیٹ بینچ نے وفاقی شرعی عدالت کے فیصلے کو عمومی طور پر درست قرار دیتے ہوئے جدید بینکاری سمیت تمام دیگر سودی قوانین کو اسلام کی تعلیمات کی روشنی میں ممنوع اور حرام قرار دے دیا اور حکومت وقت کو مزید مہلت دیتے ہوئے ہدایت جاری کی کہ وہ جون 2001ء تک تمام غیر اسلامی قوانین کو نئے قوانین سے بدل کر بینکنگ سمیت دیگر معاشی معاملات کو سود سے پاک کر دے۔

بحوالہ: ’’انسدادِ سود کا مقدمہ اور وفاقی شرعی عدالت کے 14 سوال‘‘ از حافظ عاطف وحید

**آہ! فیڈرل شریعت کورٹ کے سود کے خلاف فیصلہ کو 468 دن گزر چکے!**

ہے اور حیوان بھی۔ فرشتہ اس معنی میں کہ جس طرح فرشتے نوریُ الاصل ہیں، ہماری ارواح بھی نوریُ الاصل ہیں، اور حیوان اس اعتبار سے کہ جانوروں کی طرح ہمارا وجودِ حیوانی بھی اسی خاک سے بنا ہے۔ انسان میں یہ دونوں چیزیں آ کر جمع ہوگئی ہیں۔ یہی اس کے شرف وامتیاز کا سبب ہے اور اسی بنا پر اس کو خلافت سے سرفراز فرمایا گیا۔ سورۂ صٓ میں فرمایا گیا: ﴿خَلَقْتُ بِیَدَیَّ ؕ﴾ (آیت: 75) ’’جسے میں نے اپنے دونوں ہاتھوں سے بنایا‘‘۔

انسان کی تخلیق میں عالم امر اور عالم خلق دونوں جمع ہوگئے۔ اسی لیے صوفیائے کرام انسان کو ’’عالمِ اصغر‘‘ کہتے ہیں۔ بالفاظِ دیگر انسان کی تخلیق دو مراحل میں ہوئی۔ پہلا مرحلہ وہ ہے جس میں ارواحِ انسانیہ کو پیدا کیا گیا اور یہ ارواح ’’جُنُوۡدٌ مُّجَنَّدَۃٌ‘‘ کی شکل میں تھیں۔ اُن میں باپ بیٹے اور پوتے پڑپوتے کی کوئی نسبت نہیں تھی۔ یہ تمام ارواح بیک وقت وجود میں آئیں۔ اسی عالمِ امر میں اللہ تعالیٰ نے تمام ارواحِ انسانیہ سے اپنی بندگی کا عہد لیا۔ اللہ نے پوچھا: ﴿اَلَسۡتُ بِرَبِّکُمۡ ؕ﴾ ’’کیا میں تمہارا ربّ نہیں ہوں‘‘ ﴿قَالُوۡا بَلٰی ۚۛ شَہِدۡنَا ۚۛ﴾ (الاعراف:172) ’’سب نے کہا: کیوں نہیں، ہم گواہی دیتے ہیں (کہ اے اللہ تُو ہی ہمارا رب ہے)۔‘‘ انسان کی تخلیق کا دوسرا مرحلہ عالمِ خلق میں اس کے جسدِ حیوانی کی تخلیق ہے۔ اس مرحلے میں تمام انسان یکبارگی پیدا نہیں کیے گئے، بلکہ اُن کی پیدائش میں زمانی فصل چلا آ رہا ہے۔ ہمارے جدِ امجد حضرت آدم علیہ السلام شاید آج سے دس ہزار سال پہلے دنیا میں آ گئے تھے۔ اس کے بعد اب تک اربوں انسان پیدا ہوئے اور مر گئے۔ آج ہم اس دنیا میں ہیں، کل کوئی اور ہوگا۔

انسان کی تخلیق اوّل کے بارے میں اشارہ اس آیت میں ملتا ہے جس میں اللہ تعالیٰ روزِ محشر اپنے دربار میں کھڑے تمام لوگوں سے یہ فرمائے گا: ﴿لَقَدۡ جِئۡتُمُوۡنَا کَمَا خَلَقۡنٰکُمۡ اَوَّلَ مَرَّۃٍۭ ۫ بَلۡ زَعَمۡتُمۡ اَلَّنۡ نَّجۡعَلَ لَکُمۡ مَّوۡعِدًا ﴿۴۸﴾﴾ (الکہف) ’’جس طرح ہم نے تم کو پہلی بار پیدا کیا تھا (اسی طرح آج) تم ہمارے سامنے آئے ہو، لیکن تم نے تو یہ خیال کر رکھا تھا کہ ہم نے تمہارے لیے (قیامت کا) کوئی وقت مقرر ہی نہیں کیا‘‘۔ پہلی تخلیق کے مرحلے پر اللہ تعالیٰ نے تمام انسانوں کو بیک وقت پیدا کیا اور میدانِ حشر میں بھی اللہ تعالیٰ تمام انسانوں کو اپنے سامنے حاضر کر دے گا۔ بہرحال یہ چیزیں وہ ہیں جو مخفی حقائق ہیں۔ قرآن مجید میں ان کے ضمن میں صرف اشارات آئے ہیں۔ (جاری ہے)

# مغربی دانشور بھی یہ کہتے ہیں کہ اگر ایک عمر فاروق (رضی اللہ عنہ) اور ہوتے تو دنیا میں صرف اسلام ہوتا: ایوب بیگ مرزا

# حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دور میں انقلاب نبوی ﷺ اپنے عروج کو پہنچا اور دنیا میں پھیلتا چلا گیا: خورشید انجم

## حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت کے موضوع پر

حالات حاضرہ کے منفرد پروگرام "زمانہ گواہ ہے" میں معروف دانشوروں اور تجزیہ نگاروں کا اظہار خیال

میزبان: وسیم احمد

**سوال:** حضرت عمر بن خطاب اور حضرت حسین رضی اللہ عنہما تاریخ اسلام کی عظیم شخصیات ہیں، دونوں کی شہادت کی کیا تاریخی اہمیت اور فضیلت ہے؟

**ایوب بیگ مرزا:** میں حضرت عمر بن خطاب ؓ سے بات کا آغاز کروں گا اور کتاب The 100 کا حوالہ دوں گا۔ غیر مسلم ہونے کے باوجود اس کتاب کے مصنف نے تاریخ انسانی کی 100 عظیم ترین شخصیات (جنہوں نے تاریخ پر سب سے زیادہ اثر چھوڑا) میں نبی اکرم ﷺ کو سرفہرست رکھا۔ اسی کتاب میں مصنف نے حضرت عمر ؓ کو 52 نمبر پر رکھا۔ یہ اس کی رائے ہے، ہمارے نزدیک یقیناً صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی جماعت میں حضرت ابوبکر صدیق ؓ کا رتبہ سب سے بلند ہے۔ یہ بھی حقیقت ہے کہ اُن کا دور خلافت فتنوں کو فروغ کرنے میں صرف ہوگیا۔ تاہم میرے خیال میں اگر پیغمبروںؑ کے بعد کسی شخصیت کا تاریخ انسانی کے رُخ کو تبدیل کرنے میں مقام ہے تو وہ حضرت عمر ؓ ہیں کیونکہ پیغمبروں کے بعد جتنا حضرت عمر ؓ نے دنیا کو بدلا ہے اتنا کسی غیر نبی میں سے کسی سیاستدان، مذہبی پیشوا اور کسی حکمران نے نہیں بدلا۔ تاریخ انسانی میں حضرت عمر بن خطاب ؓ کی ایک خاص اہمیت ہے، نہ صرف ایک مسلمان کی حیثیت سے بلکہ ایک انسان کی حیثیت سے بھی۔ سب سے پہلے تو آپؓ کے اسلام لانے سے اسلام کو تقویت ملی۔ آپؓ کے اسلام لانے کا واقعہ یہ ہے کہ آپ گھر سے ننگی تلوار لے کر نکلے، راستے میں ایک صحابی نے پوچھا عمرؓ! کہاں کے ارادے ہیں۔ کہا (معاذ اللہ) محمد (ﷺ) کو قتل کرنے جارہا ہوں۔ صحابی نے کہا پہلے اپنے گھر کی خبر تو لے لو، تمہاری بہن اور بہنوئی اسلام لا چکے ہیں۔ وہ غصے میں سیدھے بہن کے گھر گئے جہاں حضرت خباب بن الارتؓ دونوں میاں بیوی کو قرآن پاک پڑھا رہے تھے۔ آپؓ نے آؤ دیکھا نہ تاؤ، اپنی بہن اور بہنوئی کو بے دردی سے مارنا شروع کر دیا لیکن اس دوران آپؓ کی بہن نے کہا عمرؓ! چاہے ہمیں قتل کر دو لیکن ہم حق کو نہیں چھوڑیں گے۔ آپؓ پر اس بات کا اثر ہوا اور کہا لاؤ جو کچھ تم پڑھ رہے تھے مجھے بھی سناؤ۔ بہرحال جب قرآن سنا تو کایا پلٹ گئی اور حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو گئے۔ یہ ان کی شخصیت کا بڑا پن تھا۔ اسی لیے میں سمجھتا ہوں کہ حضور ﷺ نے جو دعا مانگی تھی

**مرتب: محمد رفیق چودھری**

کہ عمر بن الخطابؓ اور عمرو بن ہشام (ابو جہل) میں سے کسی ایک کے ذریعے اسلام کو تقویت عطا فرما۔ اللہ نے عمر بن خطاب ؓ کو قبول کیا اور وہ کہا کرتے تھے کہ ہماری شان شوکت ہمارا سب کچھ اسلام کی وجہ سے ہے لیکن میں سمجھتا ہوں کہ ان کی وجہ سے بھی اسلام کی شان و شوکت میں اضافہ ہوا۔ آپؓ کی جرأت، بہادری اور کسی چیز کو حق سمجھ کر پھر ڈٹ جانا یہ وہ خصوصیات تھیں جنہوں نے اسلام کو بہت فائدہ پہنچایا۔ اسی طرح کا معاملہ حضرت حسین ؓ کا ہے۔ وہ بھی اسی طرح جرأت اور بہادری کے ساتھ اُس وقت ڈٹ کر کھڑے ہو گئے جب انہیں اسلام کے سیاسی نظام پر آنچ آتی دکھائی دی۔ وہ نظام خلافت کو بچانے کے لیے ملوکیت کے سامنے دیوار بن کر کھڑے ہو گئے۔ حتیٰ کہ اپنی اور اپنے خاندان کی قربانی پیش کر دی مگر یزید کی بیعت نہ کی۔ یہ اُن کی جرأت اور بہادری تھی۔

**سوال:** کیا یہ دونوں شہادتیں ایک ہی فتنہ اور سازش کا شاخسانہ ہیں یا ان دونوں شہادتوں کے پیچھے جو پس پردہ مقاصد تھے وہ مختلف تھے؟

**خورشید انجم:** بنیادی بات تو یہ ہے کہ اسلام کی پوری تاریخ شہادتوں سے بھری ہوئی ہے۔ قربانیوں کے بغیر کوئی انقلاب نہیں آتا۔ نبی کریم ﷺ جو انقلاب لے کر آئے اس کے لیے انہوں نے بے انتہا قربانیاں پیش کیں تب جا کر دین قائم، غالب اور نافذ ہوا اور ایک مکمل دین اس اُمت کے لیے آپ چھوڑ گئے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ وَرَضِيْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِيْنًا ط﴾ (المائدہ:3) ''آج کے دن میں نے تمہارے لیے تمہارے دین کو کامل کر دیا ہے اور تم پر اتمام فرما دیا ہے اپنی نعمت کا اور تمہارے لیے میں نے پسند کر لیا ہے اسلام کو بحیثیت دین کے۔''

دین کامل ہو گیا اور غالب و نافذ ہو گیا تو اس وقت جو مخالف قوتیں تھیں وہ وقتی طور پر دب گئیں تھیں، ان میں یہود بھی تھے جن کو حضور ﷺ نے مدینہ سے نکال دیا تھا۔ اسی طرح بعض دوسری قوتیں بھی تھیں جو وقتی طور پر دب گئی تھیں لیکن ان کے عزائم تو نہیں دبے تھے، وہ موقع کی تلاش میں تھیں۔ چنانچہ حضور ﷺ کے وصال کے ساتھ ہی وہ قوتیں اُٹھ کھڑی ہوئیں۔ ان میں مسیلمہ کذاب اور دوسرے جھوٹے مدعیان نبوت بھی تھے، مانعین زکوٰۃ کا فتنہ بھی تھا۔ اس مشکل وقت میں حضرت ابوبکر صدیق ؓ ایک آہنی شخصیت ثابت ہوئے شاید اسی وقت کے لیے اللہ تعالیٰ نے اُن کو منتخب کیا ہوا تھا۔ وہ دین کو بچانے کے لیے ڈٹ کر کھڑے ہو گئے اور اس دوران صرف مسیلمہ کذاب کے ساتھ جنگ میں 1200 صحابہؓ شہید ہوئے۔ آپ اندازہ کیجئے کہ کتنی قربانیاں صحابہؓ نے دی ہیں تو دین ہم تک پہنچا ہے۔ پھر حضرت عمر ؓ کے دور میں انقلاب نبوی ﷺ اپنے عروج کو پہنچا ہے اور دنیا میں پھیلتا چلا گیا۔ یہاں تک کہ۔

تھمتا نہ تھا کسی سے سیل رواں ہمارا

سلطنت روم اور فارس جیسی سپر پاورز بھی اس سیل رواں کے سامنے نہ ٹھہر سکیں۔ جب میدان میں مقابلہ نہ کیا جا سکا تو پھر سازشیں شروع ہوئیں اور ابولولو فیروز جو ایک ایرانی غلام تھا اس نے صبح فجر کی نماز کے دوران جب حضرت عمرؓ امامت کرا رہے تھے تو زہر آلود خنجر کے وار آپؓ پر کیے جن کی وجہ سے یکم محرم الحرام کو آپؓ کی شہادت ہوئی۔ حضرت عمرؓ کے بعد اتنی بڑی سلطنت کو کنٹرول کرنا کوئی آسان کام نہیں تھا، مخالفین کا خیال تھا کہ حضرت عمرؓ نہ رہے تو سلطنت اسلامیہ بھی نہیں رہے گی لیکن حضرت عثمانؓ نے بڑے تدبر کے ساتھ نظام سنبھالا۔ مخالفین نے پھر سازشیں شروع کر دیں اور ان میں منافقین پیش پیش تھے جنہوں نے بظاہر اسلام قبول کر لیا تھا لیکن اندر سے ان کے دل خلافت کو قبول کرنے کے لیے تیار نہیں تھے۔ انہی میں ایک یہودی عبداللہ ابن سبا بھی تھا جس نے منافقین کو تلاش کر کے منظم کرنا شروع کیا لیکن مکہ اور مدینہ کے لوگ چونکہ حضورﷺ کے تربیت یافتہ تھے، پھر حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ کے تربیت یافتہ تھے اس لیے حجاز میں اس کی سازش کامیاب نہ ہوئی تو اس نے دیگر علاقوں میں جا کر سازشوں کے جال پھیلانا شروع کر دیے اور یہ پروپیگنڈا پھیلانا شروع کر دیا کہ اختیارات کا ناجائز استعمال ہو رہا ہے وغیرہ وغیرہ۔ ان سازشوں کے نتیجہ میں حضرت عثمانؓ اور حضرت علیؓ کی شہادت ہوئی۔ اس کے بعد حضرت حسنؓ نے امیر معاویہؓ کے ساتھ صلح کر لی۔ جس کے بارے میں حضورﷺ نے خود پیش گوئی فرمائی تھی کہ آپؓ اُمت کے دو گروہوں کے درمیان صلح کروائیں گے۔ چنانچہ اس کے بعد اُموی دور حکومت شروع ہوا جس میں ایک یہ معاملہ ہوا کہ امیر معاویہؓ نے حکومت اپنے بیٹے یزید کے سپرد کر دی جس پر بعض صحابہ کرامؓ نے اعتراض کیا جن میں حضرت عبداللہ بن عباسؓ، حضرت عبداللہ ابن عمرؓ، حضرت عبداللہ ابن زبیرؓ، حضرت عبدالرحمن ابن ابی بکرؓ اور حضرت حسینؓ شامل تھے۔ جب یزید برسر اقتدار آیا تو اس وقت تک حضرت عبدالرحمن ابن ابی بکرؓ وفات پا چکے تھے۔ جبکہ حضرت عبداللہ ابن عباس اور حضرت عبداللہ ابن عمر کی رائے تھی کہ کام تو غلط ہوا ہے لیکن خون ریزی نہیں ہونی چاہیے۔ لیکن حضرت عبداللہ ابن زبیرؓ اور حضرت حسینؓ ڈٹ کر کھڑے ہو گئے۔ حضرت ابن زبیرؓ کی رائے یہ تھی کہ ہمیں حجاز کو اپنا مرکز بنانا چاہیے لیکن کوفہ والوں کی طرف سے حضرت حسینؓ کے لیے ڈھیروں خطوط آ گئے کہ آپؓ یہاں تشریف لائیے ہم آپؓ کا ساتھ دیں گے۔ حضرت حسینؓ نے پہلے حضرت مسلم بن عقیلؓ کو بھیجا اور پھر اس کے بعد خود گئے۔ اس وقت حضرت عبداللہ ابن عباسؓ جو حضورﷺ کے چچازاد بھائی تھے۔ اس لحاظ سے حضرت حسینؓ کے نانا اور دادا کی مثل بھی تھے، وہ حضرت حسینؓ کے ساتھ ساتھ دوڑتے چلے جا رہے تھے کہ آپ نہ جائیں، کم از کم بچوں اور خواتین کو لے کر نہ جائیں۔ حضرت حسینؓ نے کوفہ پہنچ کر ایک ایک کا نام لے کر کہا کہ تم نے یہ خطوط لکھے تھے۔ کوفیوں کو محسوس ہوا کہ ہمارے سارے راز فاش ہو رہے تو انہوں نے جنگ کر کے آپؓ کو شہید کر دیا۔

> بحیثیت مسلمان ہمیں سوچنا چاہیے کہ ہم حضرت حسینؓ سے محبت کا دعویٰ تو کرتے ہیں لیکن کیا آپؓ کے نقش قدم پر چلنے کی کوشش بھی کر رہے ہیں؟

**سوال:** عالم اسلام کی ان دونوں عظیم شخصیات کی شہادت کے پیچھے ایک ہی سازش کارفرما تھی یا الگ وجوہات تھیں؟

**خورشید انجم:** بنیادی طور پر اس سازش کے تانے بانے جا کر مجوس اور یہود کے ساتھ ملتے ہیں۔ کیونکہ اسلامی انقلاب جس تیزی کے ساتھ پھیل رہا تھا اور اپنی جڑیں مختلف علاقوں میں مضبوط کر رہا تھا وہ ان کے لیے قابل قبول نہیں تھا لہٰذا جس طرح پال نے عیسائیت کا حلیہ بگاڑا تھا اسی طرح عبداللہ ابن سبا یہودی نے ایک طرف عقائد اور افکار کے لحاظ سے مسلمانوں میں انتشار اور تقسیم پیدا کر دی اور دوسری طرف سیاسی سطح پر تقسیم پیدا کی جس کے نتیجہ میں حضرت عثمانؓ اور حضرت علیؓ کی شہادت ہوئی اور پھر حضرت حسینؓ کی بھی شہادت ہوئی۔

**سوال:** ایک مغربی دانشور کا قول ہے کہ اگر مسلمانوں کے پاس ایک اور عمر فاروق (ؓ) ہوتے تو آج دنیا میں صرف اسلام ہوتا۔ آپ اس حوالے سے کیا فرمائیں گے؟

**ایوب بیگ مرزا:** اس حوالے سے اور بھی اقوال ہیں۔ ایک مغربی دانشور کا قول ہے کہ جس شخص نے حضرت عمر بن خطاب (ؓ) کو زہر سے بجھا ہوا خنجر مارا تھا، اصل میں اس نے حضرت عمر فاروقؓ کو خنجر نہیں مارا بلکہ اس نے کائنات کے قلب میں خنجر مارا۔ حضورﷺ کے بعد حضرت ابوبکر صدیقؓ کو تو زیادہ موقع نہیں ملا کیونکہ بہت سے فتنے کھڑے ہو گئے تھے جن کی سرکوبی میں آپؓ کا عرصہ خلافت گزر گیا لیکن آپؓ کے بعد جب حضرت عمرؓ خلیفہ بنے ہیں تو آپؓ نے اسلامی فلاحی ریاست کو مزید نکھارا اور مختلف شعبہ جات قائم کیے جن کا وجود پہلے دنیا میں نہیں تھا۔ جیسا کہ آپؓ نے پولیس کا محکمہ قائم کیا، ڈاک کا محکمہ قائم کیا، بازاروں میں نگران مقرر کیے، مردم شماری کا سلسلہ شروع کیا، قمری کیلنڈر کا آغاز کیا، کفالت عامہ کا شعبہ قائم کیا۔ بچوں کے وظیفے مقرر کیے۔ عدلیہ کا خود مختار نظام بھی سب سے پہلے آپؓ نے قائم کیا، اس سے قبل حکمران ہی فیصلے کرتے تھے۔ آپؓ نے ہی سب سے پہلے باقاعدہ فوج قائم کی۔ اس سے پہلے ایک اعلان جہاد ہوتا تھا اور سب چل پڑتے تھے لیکن آپؓ نے باقاعدہ تنخواہوں پر فوجی بھرتی شروع کی۔ صحابہ کرامؓ کے لیے وظائف مقرر کیے، شہداء کے بچوں کی تعلیم اور کفالت کا انتظام کیا۔ اس طرح اور بہت سے ایسے اقدامات کیے جن کو آج کی جدید ریاست نے قبول کیا یا نقل کیا ہے۔ آج بھی سکینڈے نیوین ممالک میں عمر لاء کے نام سے بعض قوانین نافذ ہیں جو انسانی فلاح و بہبود سے تعلق رکھتے ہیں۔ ایک صحابیؓ روایت کرتے ہیں کہ شدید گرمیوں کی ایک دوپہر گھر سے باہر کسی کے قدموں کی آواز سنائی دی، نکل کر دیکھا تو حضرت عمرؓ تھے۔ پوچھا آپؓ اس وقت کہاں جا رہے ہیں؟ فرمایا بیت المال کے اونٹ گم ہو گئے ہیں ان کو ہی ڈھونڈنے جا رہا ہوں۔ صحابیؓ نے کہا: کسی غلام کو کہہ دیا ہوتا۔ فرمایا روز قیامت پوچھ مجھ سے ہو گی۔ آپؓ کی شان دیکھئے۔ بیت المقدس کی فتح کے وقت اسلامی لشکر نے جتنے بھی حملے کیے سب ناکام ہوئے۔ آخر پادری نے سپہ سالار کو پیغام بھیجا کہ ہماری کتابوں میں ایک شخص کا حلیہ لکھا ہوا ہے صرف وہی بیت المقدس کو فتح کر سکتا ہے۔ اگر وہ تمہارے خلیفہ ہیں تو انہیں بلایا جائے تا کہ بغیر خون خرابے کے بیت المقدس کو ان کے حوالے کیا جائے۔ چنانچہ جب حضرت عمرؓ تشریف لائے تو ان کو دیکھتے ہی دروازے کھول دیے گئے اور چابیاں ان کے حوالے کر دی گئیں۔ آپؓ عدل کے اس قدر قائل تھے کہ جب نماز کا وقت ہوا تو پادری نے کہا چرچ میں ہی نماز پڑھ لیجئے۔ آپؓ نے کہا اگر میں نے چرچ میں نماز پڑھی تو مسلمانوں کے لیے مثال قائم ہو جائے گی۔ چنانچہ آپؓ نے الگ جگہ پر نماز پڑھی اور اس جگہ کو

مسجد کے لیے مخصوص کیا۔ یعنی آپؓ کا عدل غیر مسلموں کے لیے بھی تھا۔ جب آپ کی شہادت ہوئی تو اس وقت تک اسلامی ریاست 25 لاکھ مربع میل تک پھیلی ہوئی تھی۔ اسی لیے مغربی دانشور یہ کہتے ہیں کہ اگر ایک عمر فاروقؓ اور ہوتا تو دنیا میں صرف اسلام ہوتا۔ آپؓ کے عدل کا معاملہ یہ تھا کہ سلطنت روم کا ایک سفیر آپؓ کے پاس آیا تو آپؓ پتھر کو تکیہ بنا کر زمین پر سو رہے تھے، سفیر حیران ہوا کہ اتنی بڑی سلطنت کا حکمران اور بغیر کسی سکیورٹی کے سکون سے سو رہا ہے۔ اس نے اعتراف کیا یہ صرف عدل کی وجہ سے ہی ممکن ہے۔ پھر آپؓ کی برداشت کا معاملہ دیکھیے کہ جمعہ کے دن ایک صحابیؓ مسجد کے دروازے پر روک لیتے ہیں اور غصے میں کہتے ہیں کہ اے عمر! کیا ہم تمہارے غلام ہیں کہ تمہارا انتظار کرتے رہیں۔ آپؓ نے کوئی جواب نہیں دیا اور ممبر پر تشریف لے گئے اور فرمایا: میرے پاس ایک ہی قمیص تھی جو میری اہلیہ نے دھوئی ہوئی تھی، میں نے سوکھنے کا انتظار کیا مگر نہیں سوکھی تو میں اسی طرح پہن کر آ گیا ہوں، اس وجہ سے تاخیر ہوگئی۔ یہ حضرت عمرؓ کا ایک مثالی رویہ تھا۔ اس قدر عمدہ مثالیں انبیاء کے بعد کسی انسان میں شاید ہی مل سکیں۔

**سوال:** آج عالم اسلام میں اسلامی طرز حکومت کا فقدان ہے، ہر طرف جبر و استبداد اور ظلم و استحصال کا دور دورہ ہے، ان حالات میں اگر مسلمان حضرت حسینؓ کے نقش قدم پر چلیں تو کیا یہ موزوں ہوگا۔

**خورشید انجم:** مسلمانوں کے لیے اُسوہ حسنہ نبی اکرم ﷺ کی زندگی ہے۔ اس کے بعد صحابہؓ کی زندگیاں ہمارے لیے مشعل راہ ہیں۔ اللہ کے رسول ﷺ نے اپنی پوری زندگی کی جدوجہد کے بعد اس اُمت کے لیے جو نظام چھوڑا تھا وہ خلافت کا نظام تھا۔ جب اس نظام کی جگہ ملوکیت نے لی تو حضرت حسینؓ نے اس کے خلاف جدوجہد کی ایک مثال قائم کی اور نظام خلافت کے لیے اپنی اور اپنے پورے خاندان کی زندگیاں قربان کردیں۔ آج ہمارے دور میں تو نظام اسلام کی کوئی چیز باقی نہیں رہی۔ ہمارا تو پورا سیاسی، معاشی اور معاشرتی نظام ہی خلاف اسلام ہے۔ ان حالات میں بحیثیت مسلمان ہمیں سوچنا چاہیے کہ ہم حضرت حسینؓ سے محبت کا دعویٰ تو کرتے ہیں لیکن کیا آپؓ کے نقش قدم پر چلنے کی کوشش بھی کر رہے ہیں؟ حالانکہ اسلامی نظام کے لیے کھڑا ہونا ہر مسلمان کی ذمہ داری ہے۔

**سوال:** قرآن پاک کا اگر ہم مطالعہ کریں تو کئی ایسے واقعات ہیں جن میں اللہ تعالیٰ نے حضرت عمرؓ کی رائے اور ان کی فکر کی توثیق کی ہے۔ ان کی اس موافقت کی چند مثالیں پیش فرمائیں۔

**ایوب بیگ مرزا:** حضرت عمرؓ کا حلیہ دیکھ کر جس طرح عیسائی پادریوں نے بیت المقدس آپؓ کے حوالے کر دیا۔ اس کا واضح مطلب ہے کہ آپؓ کے متعلق پیشین گوئیاں پہلی کتابوں میں بھی موجود تھیں۔ لیکن قرآن مجید میں بھی اللہ تعالیٰ نے کئی مرتبہ حضرت عمرؓ کی رائے کی تائید فرمائی ہے۔ ان میں سے چار واقعات اس وقت میرے ذہن میں ہیں۔ جنگ بدر کے قیدیوں کے حوالے سے حضور ﷺ نے صحابہ کرامؓ سے مشورہ کیا تو حضرت ابوبکر صدیقؓ نے رائے دی کہ ان کو فدیہ لے کر چھوڑ دیا جائے۔ جبکہ حضرت عمرؓ کی رائے تھی کہ ان کو واپس نہ کیا جائے بلکہ ان میں جو میرا رشتہ دار ہے اس کو میرے حوالے کر دیا جائے تاکہ میں خود اس کی گردن اُڑا دوں اور جس جس مسلمان کا کوئی قریبی رشتہ دار قیدی ہے وہ خود اس کی گردن اُڑا دے تاکہ حق تعالیٰ کو پتہ چل جائے کہ ہمارے دلوں میں مشرکوں کے بارے میں کسی قسم کی نرمی نہیں ہے۔ حضور ﷺ نے اپنی رحم دلی کے باعث حضرت عمرؓ کی رائے کو نہیں مانا اور حضرت ابوبکرؓ کی رائے کے مطابق فدیہ لے کر قیدیوں کو چھوڑ دیا۔ اگلے دن آپؓ حضور اکرم ﷺ اور حضرت ابوبکرؓ کی خدمت میں گئے تو وہ دونوں رو رہے تھے، عرض کیا: حضور! آپؐ مجھے بتائیں کہ آپ اور آپ کے ساتھی کیوں رو رہے ہیں؟ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: میں اس وجہ سے رو رہا ہوں کہ تمہارے ساتھیوں نے ان قیدیوں سے جو فدیہ لیا ہے، اس کی وجہ سے خدا کا عذاب اس درخت سے بھی زیادہ قریب آ گیا تھا اور حق تعالیٰ نے یہ آیت اتاری ہے: (ترجمہ) ''نبی کی شان کے لائق نہیں ان کے قیدی باقی رہیں (بلکہ قتل کر دیئے جائیں) جب تک کہ وہ زمین میں اچھی طرح خون ریزی نہ کر لیں۔ تم تو دنیا کا مال و اسباب چاہتے ہو اور اللہ تعالیٰ آخرت (کی مصلحت) کو چاہتے ہیں اور اللہ تعالیٰ بڑے زبردست بڑی حکمت والے ہیں۔'' گویا اس آیت قرآنی نے حضرت عمرؓ کی رائے کی تائید کردی۔ اسی طرح پردے کے حوالے سے، مقام ابراہیم کے حوالے سے بھی اللہ تعالیٰ نے حضرت عمرؓ کی رائے کی تائید فرمائی۔ اس کے علاوہ حضرت عمرؓ کی خواہش تھی کہ حضور منافقین کی نماز جنازہ نہ پڑھائیں۔ اس رائے کی بھی اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں تائید نازل فرمائی۔ اس لحاظ سے میں نہیں سمجھتا کہ اللہ تعالیٰ نے کسی غیر نبی کو وہ اعزاز بخشا ہو جو حضرت عمرؓ کو بخشا گیا۔

حضرت عمرؓ کا حلیہ دیکھ کر جس طرح عیسائی پادریوں نے بیت المقدس آپ کے حوالے کر دیا۔ اس کا واضح مطلب ہے کہ آپ کے متعلق پیشن گوئیاں پہلی کتابوں میں بھی موجود تھیں۔

**خورشید انجم:** علامہ سیوطیؒ نے تقریباً 21 ایسے واقعات کا ذکر کیا ہے جن میں اللہ تعالیٰ نے حضرت عمرؓ کی رائے کی موافقت میں آیات نازل کیں۔ جیسے سورۃ التحریم کی آیت ہے:

﴿عَسٰی رَبُّهٗۤ اِنْ طَلَّقَكُنَّ اَنْ يُّبْدِلَهٗۤ اَزْوَاجًا خَيْرًا مِّنْكُنَّ﴾ ''بعید نہیں کہ اگر وہ تم سب کو طلاق دے دیں تو ان کا رب انہیں تم سے کہیں بہتر بیویاں عطا کردے۔''

اس وقت بھی حضرت عمرؓ کی ایک رائے تھی۔ اس کے علاوہ شراب اور جوئے کے حوالے سے بھی آپؓ کی رائے کی موافقت میں احکام نازل ہوئے۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ حضرت عمرؓ کی فطرت اور آپؓ کی سوچ اسلام سے کس قدر مطابقت رکھتی تھی۔

**ایوب بیگ مرزا:** حضور ﷺ نے فرمایا کہ اگر میرے بعد کوئی نبی ہوتا تو وہ حضرت عمرؓ ہوتے۔ اسی طرح یہ بھی فرمان ہے کہ ہر اُمت کا کوئی نہ کوئی محدث ہے اور میری اُمت کا محدث عمرؓ ہے۔ یعنی اللہ تعالیٰ کی طرف سے بھی اور اللہ کے رسول ﷺ کی طرف سے بھی حضرت عمرؓ کو کئی اعزازات سے نوازا گیا ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ عالم اسلام کے لیے نہیں بلکہ عالم انسانیت کے لیے بھی حضرت عمرؓ ایک آئیڈیل شخصیت ہیں۔ مغرب نے فلاحی ریاست کا تصور حضرت عمر فاروقؓ کے دور خلافت سے ہی لیا ہے۔ ایک بوڑھا یہودی مدینہ کی گلیوں میں مانگ رہا تھا۔ آپؓ نے پوچھا کیوں مانگ رہے ہو، وہ بولا میں نابینا اور ضعیف ہوں، کام کاج نہیں کرسکتا۔ آپؓ نے اس کا وظیفہ مقرر کرکے اُسے گھر بھیج دیا کہ جب تک تم کماسکتے تھے ریاست تم سے جزیہ لیتی رہی ہے اب تم معذور ہو تو ریاست کی ذمہ داری ہے کہ تمہاری کفالت کرے۔ اس طرح آپؓ نے بہت سے اجتہاد کیے جن کو اللہ تعالیٰ نے قبولیت عطا فرمائی۔

**خورشید انجم:** اسلام کا کیچ ورڈ عدل ہے اور عدل فاروقی دنیا میں ایک مثال ہے۔ جو بھی اس وقت دنیا میں انسانی حریت، اخوت اور مساوات کے نعرے بلند ہورہے ہیں اور یورپین اس کے چیمپئین بنے ہوئے ہیں، یہ سارا کچھ ان کے پاس بغداد اور قرطبہ کی یونیورسٹیوں سے ہی پہنچا ہے۔ وہاں سے یورپ کے نوجوان پڑھ کر گئے اور پھر یورپ میں ریفارمیشن اور رینائسنس کی تحریکیں چلی ہیں۔ جس کے نتیجے میں مغرب میں فلاحی ریاست کا تصور اُبھرا ہے لیکن بنیادی طور پر یہ نور محمدی ﷺ سے مستعار لیا گیا ہے۔ یہ اسی نور کا اثر تھا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے تھے کہ دریائے فرات کے کنارے ایک کتا بھی بھوک سے مرگیا تو عمرؓ سے باز پرس ہوگی۔ کتنی بڑی سعادت کی بات ہے کہ ایک مرتبہ حضور ﷺ کے ہمراہ حضرت ابوبکرؓ، حضرت عمرؓ، حضرت عثمانؓ کھڑے تھے، اتنے میں زلزلہ آیا تو حضور ﷺ نے فرمایا رُک جاؤ تمہارے اوپر ایک نبی، ایک صدیق اور دو شہید کھڑے ہیں۔

**سوال:** واقعہ کربلا میں دورحاضر کے سیاست دانوں کے لیے کیا سبق ہے؟

**خورشید انجم:** بنیادی چیز حق اور سچ کے لیے ڈٹ جانا اور ظلم کے خلاف کھڑا ہونا ہے۔ حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی زندگی سے یہی درس ملتا ہے۔ آج تو آوے کا آوا ہی بگڑا ہوا ہے، پورا نظام ہی ظلم اور استحصال پر مبنی ہے۔ لہٰذا آج اس کے خلاف کھڑے ہونا ہر مسلمان کے لیے اسی طرح ضروری ہے جس طرح حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے لازم سمجھا۔ پھر اس کرپٹ نظام کو ختم کرکے اس کی جگہ عدل فاروقی والا نظام قائم کرنا بھی مسلمانوں کی ذمہ داری ہے۔ اس وقت جتنی دنیا اسلام لائی وہ اسی عدل کو ہی دیکھ کر اسلام میں داخل ہوئی۔ آج بھی لوگ ہماری نماز، روزہ، حج کو دیکھ کر نہیں آئیں گے بلکہ ہمارے ہاں عدل کا نظام ہوگا تو اس سے متاثر ہوکر وہ اسلام میں داخل ہوں گے۔ جیسا کہ افغانستان میں جب امارت اسلامیہ قائم ہوئی تھی تو کئی مغربی صحافی اور دیگر شعبوں کے لوگ متاثر ہوکر اسلام لائے۔ جسٹس جاوید اقبال نے افغانستان کا دورہ کیا اور کہا کہ ایسا نظام اگر ایک اور ملک میں بھی آ گیا تو دنیا خود بخود اسلام کی طرف دوڑتی ہوئی آئے گی۔

❁ ❁ ❁

قارئین پروگرام ''زمانہ گواہ ہے'' کی ویڈیو تنظیم اسلامی کی ویب سائیٹ www.tanzeem.org پر دیکھی جا سکتی ہے۔

## رفقاء متوجہ ہوں

ان شاءاللہ

بمقام ''مسجد عائشہ، پٹیل باغ، کواری روڈ کوئٹہ، حلقہ بلوچستان'' میں

25 تا 27 اگست 2023ء (بروز جمعۃ المبارک بعد نماز جمعہ 02:30 تا بروز اتوار 10:30 بجے صبح)

**امراء، نقباء و معاونین تربیتی و مشاورتی اجتماع** کا انعقاد ہورہا ہے۔

نوٹ: درج ذیل موضوعات پر باہمی مذاکرہ ہوگا۔ ذمہ داران سے گزارش ہے کہ دستیاب مواد کا مطالعہ کرکے تشریف لائیں۔

☆ اسلام کا انقلابی منشور (معاشی سطح پر) ☆ نجات کی راہ، سورۃ العصر کی روشنی میں

**موسم کی مناسبت سے بستر ہمراہ لائیں**

برائے رابطہ: 081-2842969/ 0333-7860934

**المعلن: مرکزی شعبہ تعلیم و تربیت: (042)35473375-78**

جدید تعلیم یافتہ حضرات وخواتین کے لیے دینی علوم کے حصول کا نادر موقع

جاری کردہ: ڈاکٹر اسرار احمدؒ

## رجوع الی القرآن کورس

(دورانیہ ۹ ماہ)

عرصہ 41 سال سے باقاعدگی سے جاری تعلیمی سلسلہ

**مضامینِ تدریس**

**پارٹ ۱** (سالِ اوّل) برائے مرد و خواتین

- تجوید و ناظرہ
- عربی گرائمر (صرف ونحو)
- ترجمہ قرآن (مع تفسیری ولغوی توضیحات)
- دورہ ترجمہ قرآن
- قرآن حکیم کی فکری و عملی رہنمائی
- سیرت وشمائل النبی ﷺ
- مطالعہ حدیث واصطلاحات حدیث
- فکرِ اقبال
- فقہ العبادات
- معاشیات اسلام
- اضافی محاضرات

**پارٹ ۲** (سال دوم) برائے مرد حضرات

- عربی زبان وادب
- اصولِ تفسیر
- تفسیر القرآن
- اصولِ حدیث
- درسِ حدیث
- اصول الفقہ
- فقہ المعاملات
- عقیدہ (طحاویہ)
- اضافی محاضرات

☆ رجسٹریشن یکم رمضان سے شروع ہے۔ ☆ انٹرویو 15 اگست

آغاز کلاسز 16 اگست 2023ء (ان شاءاللہ)

ایام تدریس: پیر تا جمعہ

نوٹ: بیرون لاہور رہائشی صرف مرد حضرات کے لیے ہاسٹل کی محدود سہولت موجود ہے۔ لہٰذا خواہشمند حضرات پہلے سے اپنی رجسٹریشن کروالیں۔

اوقات تدریس: صبح 8:15 بجے تا 12:50

ڈاکٹر اسرار احمدؒ کی خدماتِ قرآنی کا مرکز ——— قرآن اکیڈمی

K-36 ماڈل ٹاؤن لاہور

email:lrts@tanzeem.org

www.tanzeem.org

زیر انتظام: مرکزی انجمن خدام القرآن لاہور (رجسٹرڈ)

مزید تفصیلات کے لئے www.tanzeem.org

03161466611 - 04235869501-3

# فکرِ بے نور......

عامرہ احسان
amira.pk@gmail.com

نئی صدی کے آغاز سے مغرب میں ایک تسلسل سے پہلے توہین رسالتؐ اور پھر قرآن جلانے کے واقعات کا آغاز ہوا۔ اس دور کے مغرب پرست مسلمانوں نے (جو اپنی تاریخ اور حق و باطل کی آویزش سے لاعلم، انہیں مہذب سمجھے بیٹھے تھے) اسے حیرت سے دیکھا۔ توہین قرآن میں جن بدترین جہالتوں کا مظاہرہ انہوں نے کیا، قرآن جلانا (نعوذ باللہ) اس میں نسبتاً ہلکا تھا۔ ورنہ کتوں کے منہ میں دینے اور ورق ورق فلش میں (گوانتا مو میں) بہانے جیسے ہولناک واقعات ان اعلیٰ ترین تعلیمی اسناد کے حامل اور دنیا بھر کو تہذیب سکھانے کے مزعومہ دعویداروں کے نامۂ سیاہ میں درج ہیں۔ 2 ارب مسلمانوں کے جذبات سے کھیلنے والے یہ وحشی درندے، مسلم دنیا کے شدید ردعمل پر چند دن کا توقف کرتے ہیں، ان کی حکومتیں مسلمانوں کو پچکارتی ہیں، (اپنی معیشت کی دم پر پاؤں آنے کے خوف سے) اور پھر ایک نیا واقعہ رونما ہو جاتا ہے۔ سویڈن، ڈنمارک، ناروے خصوصیت سے بوجہلی، بولہبی خوبو کے حامل ہیں۔ ڈنمارک میں پاکستانی پرچم بھی قرآن کی بے حرمتی کے ہمراہ ہمیں للکارنے کو روندا، پاکستانی سفارت خانے کے باہر۔ قبل ازیں عراقی، ترک سفارت خانوں پر یہی سب کیا گیا۔ ڈنمارک اپنا سائز اپنی اوقات دیکھے۔ بھینسیں چرائے، دودھ دہی بنائے۔ یہ گوالا ممالک میں سے ایک ہے۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ دو دہائیوں سے مسلمانوں کو رواداری، برداشت، ڈائیلاگ، امن پسندی کے پہاڑے پڑھانے والے اب اپنے گریبان میں جھانکیں۔ اب انہیں 'پیغامِ ڈنمارک'، پیغامِ سویڈن اور ناروے پڑھا کر دستخط لے کر چوراہوں پر آویزاں کرنے کی ضرورت ہے۔ ہماری نام نہاد مذہبی انتہاپسندی اور دہشت گردی کا فرضی پروپیگنڈا اب سنبھال رکھو۔ اسرائیل، بھارت، برما، یورپ، امریکا سبھی مغربی ممالک میں روز افزوں اسلاموفوبیا مظاہر، بدترین اجڈ گنوار رویے۔ قتل و غارت گری (نیوزی لینڈ کی مسجد خون میں نہائی یاد کیجیے۔) مساجد میں خنزیر کے سر پھینکنے، اسکارف نقاب نوچنے، حیا اور حجاب پر جرمانے عائد کرنے، (ہم نے تو ان کی شرمناک برہنگیوں کے مظاہر پر جرمانے عائد نہ کیے۔) جرمن عدالت میں باپردہ مروہ شربینی کو چاقو مار مار کر شہید کرنے اور بے گناہ ڈاکٹر عافیہ پر قیامتیں ڈھانے کے باوجود ہم فدوی، بھکاری بنے گونگے کا گڑ کھائے بیٹھے رہتے ہیں۔ خونچکاں مقبوضہ فلسطین، مقبوضہ کشمیر، دربدر روہنگیا! سفاکی کی کوئی حد تو ہو۔ بہت ہو چکی۔ اب جو دنیا بھر میں مسلمانوں پر عائد انتہاپسندی دور کرنے کے پروگرام (Deradicalization) لادے چلے جا رہے ہیں ضرورت اس امر کی ہے کہ وہ پروگرام اب ان کی کفریہ انتہاپسندی کی مرمت کا کام کرے۔ انہیں تہذیب سکھائے۔ اپنے ہاتھ، منہ قابو میں رکھیں۔ قرآن کھول کر اپنی تصویر اس میں دیکھ لیں: "ظالم انسان اپنا ہاتھ چبائے گا اور کہے گا' کاش میں نے رسول کا ساتھ دیا ہوتا۔" (الفرقان: 27) جس روز ان کے چہرے آگ پر الٹ پلٹ کیے جائیں گے اس وقت یہ کہیں گے: "کاش ہم نے اللہ اور رسولؐ کی اطاعت کی ہوتی"۔ اور کہیں گے "اے رب ہمارے، ہم نے اپنے سرداروں اور اپنے بڑوں کی اطاعت کی اور انہوں نے ہمیں راہِ راست سے بے راہ کر دیا۔ اے رب ان کو دوہرا عذاب دے اور ان پر سخت لعنت کر۔" (الاحزاب: 66 تا 68)

نت نئی اصطلاحات کے ساتھ اسلام پر یلغار ہے۔ ڈی ریڈی کلائزیشن کے عنوان سے مارچ 2010ء میں نارویجن وزارت خارجہ (یہی توہین کے مرتکبین کا مرکز ناروے) انٹرنیشنل پیس انسٹیٹیوٹ اور عرب تھاٹ فورم (نضر بن حارث والی 'تھاٹ' / فکر و نظر جو اسلام سے برگشتگی کی راہ دکھائے۔) نے دو روزہ کانفرنس عمان (اردن) میں کی۔ موضوع یہ تھا: 'مسلم اکثریتی ممالک کے ڈی ریڈی کلائزیشن پروگرام کے اسباق'۔ یعنی 2010ء تک 8 مسلم ممالک: الجزائر، بنگلا دیش، مصر، انڈونیشیا، اردن، مراکش، سعودی عرب اور سنگاپور (کے مسلمان) تختۂ مشق بنے۔ ان کے راسخ العقیدہ، باعمل مسلمانوں کو روشن خیالی کے جرعے پلا پلا کر ڈھب پر لانا۔ (اختلاط، موسیقی، فلمیں، دانشورانہ کھچڑیاں مدرسہ ڈسکورس، غامدی نوعیت کی کھلا کر سافٹ امیج پر راضی رکھنا۔) 'اسلام اور امن'، 'اسلام اور پلورلازم' جیسے موضوعات پر سیمینار، ورکشاپ کر کے باور کروانا کہ ہر مذہب اچھا ہے۔ 'صرف اسلام'، والی تنگ نظری چھوڑ دو۔ گاجر چھڑی ہمراہ رہتی ہے باور کروانے میں! (ایسی ہی کانفرنس 2008ء میں نیویارک میں ہوئی تھی۔ تاہم نتائج 31 اگست 2021ء میں افغانستان سے امریکی انخلاء پر نکل آئے!)

اب کمال تو یہ ہے کہ مسلسل توہین قرآن پر عراقی وزارت خارجہ نے شدید غم و غصے کا اظہار کرتے ہوئے (رواداری اسباق بھلا کر) تنبیہ کی کہ 'مسلمان قرآن کے کلام اللہ ہونے پر ایمان رکھتے ہیں لہٰذا دیدہ دانستہ ایسا عمل، معاشروں کے پرامن بقائے باہمی کے خلاف ہے!' سو اب مسلمانوں کو انتہاپسندی سے بچانے کے پروگراموں میں مبتلا کرنے کی بجائے وہ اپنے گھروں کی خبر لیں۔ ہمارے نوجوانوں کو (قائد اعظم یونیورسٹی) ہولی کے رقص و ہیجان میں مبتلا کر کے، 'امنِ عالم' قائم کرنے، اسلامیہ یونیورسٹی بہاولپور میں (انتظامیہ کی سطح سے) نوجوان نسل کی بے راہ روی سے 'انتہاپسندی' کا علاج کرنا، والدین کی نیندیں اڑا رہا ہے۔ یہ سب ہماری نسلوں کو اسلام سے تہی دامن کر کے عیش و عشرت، رنگ رلیوں کا رسیا بنانا ہے۔ پولیس رپورٹ کے مطابق وہاں اساتذہ کا ایک گروہ منشیات کی فروخت اور طالبات و خواتین اساتذہ کے جنسی استحصال میں ملوث ہے۔ پکڑے جانے والے ٹریژرر کا انکشاف ہے کہ وہ چند اساتذہ کے ساتھ منشیات، رقص و سرود، جنسی پارٹیوں کے اہتمام کرنے والوں کا حصہ ہے۔ لڑکیوں کو الجھا کر انہیں (آئس شراب چرس نما) منشیات میں ملوث کرتا رہا ہے۔ سکیورٹی انچارج کی مدد بھی حاصل تھی۔ موبائل فونوں سے بھی تفاصیل حاصل ہوئی ہیں۔ اب اگرچہ خبریں نشر ہونے پر یونیورسٹی کو بدنامی سے بچانے کے لیے ہاتھ پاؤں مارے جا رہے ہیں کہ یہ سب غلط ہے! حالانکہ یہ سب تعلیمی نظام میں جا بجا اسلام سے بچا کر نسلوں کی تربیت کے اہتمام کے ضمن میں قصداً کیا جا

رہا ہے۔ اسی کا نام 'ڈی ریڈیکلائزیشن' ہے۔ یہ بھلے عشق عاشقی (سارہ انعام، نور مقدم) انتہاپسند، رقص وسرود، منشیاتی انتہاپسند ہو جائیں کم ازکم ملائیت کی جانب تو نہ جائیں گے۔ اسی ضمن میں تین روزہ وائس چانسلروں کی کانفرنس اسلام آباد میں منعقد ہوئی ہے۔ ساٹھ معززین شریک تھے۔ امن، رواداری کا فروغ! (مثال قائداعظم یونیورسٹی اور اب بہاولپور والی موجود ہے) بین الثقافتی قابلیت (ہولی، دیوالی، کرسمس) کو فروغ دینے، محفوظ 'دوستانہ جگہیں' بنانے اور مکالمے کو یقینی بنانے کا مشورہ نما حکم، رہنمائی سید علی موسیٰ گیلانی نے دی۔ (روشن خیال شخصیت، ینگ پارلیمنٹرین فورم کے صدر!، دی نیوز: 24 جولائی) اب ضرورت ہم (امنِ عالم کی خاطر) یہ واضح کرنے چلے ہیں کہ ناروے، ڈنمارک، سویڈن کی ایسی ہی تربیت کے لیے ہماری تجاویز نوٹ فرمالیں۔ ان کی انتہاپسندی کے روگ کو دور کرنے کے لیے انہیں مساجد میں بھیجا جائے۔ ذکر کی مجالس، تلاوتِ قرآن، نعت وحمد، نومسلموں کے دروس، ڈاکٹر ذاکر نائیک کے خطابات انہیں سنوائے جائیں۔ مہذب لباس پہنایا جائے۔ ہمیں انگریزی پڑھاتے ہیں انہیں عربی پڑھائیں، تاکہ ان ممالک کا ماحول درست ہو اور امنِ عالم بحال ہو۔ ورنہ ناروے میں قرآن جلانے کے ردِعمل میں ایک مسلمان خاتون نے برہم ہو کر اپنی گاڑی لارس ملعون کی گاڑی سے ٹکرا کر اسے الٹ دیا تھا اور ناروے کا امن درہم برہم ہوا تھا۔ اگر انہیں 'ڈی ریڈیکلائز' نہ کیا گیا تو ہمارے ہاں پڑھائی گئی رواداری اور بین الثقافتی قابلیت ان کا کچھ نہ سنوارے سدھارے گی! سلمان رشدی والے حشر بپا ہوں گے۔

والدین ضرور متوجہ ہوں۔ اعلیٰ تعلیم کے شوق میں پسِ پردہ آپ کی اولاد اجاڑی جا رہی ہے۔ کم عمر بچے بچیوں کو اسی ضمن میں تعلیمی صلاحیتوں کے نکھار کے نام پر مغربی ممالک بھیجا جا رہا ہے۔ یہ چھوٹی عمروں میں ان کی ثقافتی کثافتوں سے چرچگ کر آئیں گے۔ ضرورت ان کے انتہاپسندوں کو ہمارے مدارس کی ہوا لگانے کی ہے۔ سو ذرا اہلِ دانش توجہ فرمائیں! ہمارے شاہین بچوں کو صحبتِ زاغ وکرگس دینے کی بجائے، ان کے کرگسوں کو شاہینوں میں لا بٹھائیں تو امنِ عالم بحال ہوگا!

ے
فکر بے نور ترا جذبِ عمل بے بنیاد
سخت مشکل ہے کہ روشن ہو شبِ تارِ حیات

❁❁❁


## ضرورت رشتہ

☆ لاہور میں رہائش پذیر جٹ فیملی کو اپنے بیٹے، عمر 25 سال، تعلیم مکینیکل انجینئر (NUST)، قد "5'.5 کے لیے دینی مزاج کی حامل، تعلیم یافتہ لڑکی کا رشتہ درکار ہے۔ برائے رابطہ: 0321-8686848

☆ لاہور میں رہائش پذیر جٹ فیملی کو اپنے بیٹے، عمر 23 سال، تعلیم بی اے آنرز (UCP)، قد "5'.10 کے لیے دینی مزاج کی حامل تعلیم یافتہ لڑکی کا رشتہ درکار ہے۔ برائے رابطہ: 0321-8686848

**اشتہار دینے والے حضرات نوٹ کرلیں کہ ادارہ ہذا صرف اطلاعاتی رول ادا کرے گا اور رشتہ کے حوالے سے کسی قسم کی ذمہ داری قبول نہیں کرے گا۔**


پریس ریلیز 04 اگست 2023ء

# 5 اگست کشمیر کی تاریخ کا ایک اور سیاہ دن ہے

## شجاع الدین شیخ

5 اگست کشمیر کی تاریخ کا ایک اور سیاہ دن ہے۔ یہ بات تنظیم اسلامی کے امیر **شجاع الدین شیخ** نے یومِ استحصال کشمیر کے موقع پر ایک بیان میں کہی۔ اُنہوں نے کہا کہ چار برس قبل 5 اگست 2019ء کو بھارت نے اپنے آئین کی دفعات 370 اور 35-A کو ختم کر کے مقبوضہ کشمیر کو بھارت میں ضم کر دیا جو سلامتی کونسل کی منظور کردہ استصواب رائے کی قراردادوں کی کھلی خلاف ورزی تھی۔ پھر اس خوف سے کہ کشمیری اپنے ردعمل کا اظہار کریں گے کشمیر کو ایک بڑی جیل میں تبدیل کر دیا اور کشمیریوں پر ہونے والا ظلم وتشدد بدترین صورت اختیار کر گیا۔ یاسین ملک اور کئی دوسرے کشمیری لیڈروں پر جھوٹے مقدمات قائم کر کے اُنہیں پابند سلاسل کر دیا گیا۔ حقیقت یہ ہے کہ اپنے ہر وعدہ سے منحرف ہونے کی بھارتی داستان صاف ظاہر کرتی ہے کہ وہ کسی صورت کشمیر پر اپنے ناجائز تسلط کو ختم کرنے کو تیار نہیں بلکہ اسے دوام دینے کے درپے ہے۔ اُنھوں نے کہا کہ دنیا بھر میں انسانی حقوق کے علمبردار کہلانے والے مغربی ممالک اور بین الاقوامی ادارے بھارت کے 5 اگست کے سفاکانہ اقدامات کے نہ صرف حامی بلکہ اس ظلم میں اُس کے شراکت دار بھی بن چکے ہیں اور بھارت کے اس غیر انسانی اور بین الاقوامی قوانین کے سراسر خلاف طرزِ عمل کو رد کرنا تو دور کی بات ہے زبان سے بھی اُس کی مذمت کرنے پر تیار نہیں۔ اُنھوں نے کہا کہ افسوس کا مقام ہے کہ عالم اسلام کے اکثر ممالک بھارت سے تجارتی اور سفارتی مفادات کی توقع میں مظلوم کشمیریوں کی بجائے بھارت کے حامی نظر آتے ہیں۔ اُنہوں نے حکومتِ پاکستان کو متنبہ کرتے ہوئے کہا کہ جب تک بھارت 5 اگست 2019ء کے اقدام کو واپس نہیں لیتا بھارت کو کسی قسم کے مذاکرات کی دعوت دینا درحقیقت کشمیریوں کے ساتھ بے وفائی کے مترادف ہے۔ اُنہوں نے کہا کہ پاکستان کلمہ طیبہ کی بنیاد پر وجود میں آیا لیکن پاکستان میں اسلامی نظام قائم نہ ہو سکا جس کی وجہ سے پاکستان کشمیریوں کے لیے ایک آئیڈیل ریاست نہ بن سکا اگر پاکستان حقیقت میں اسلام کا قلعہ بن جائے تو وہ کشمیری ''جو پاکستان سے رشتہ کیا لا الٰہ الا اللہ'' کا نعرہ لگاتے ہیں اُن میں ایسا جوش اور ولولہ پیدا ہو جائے گا کہ دنیا کی کوئی طاقت کشمیر کی آزادی کو روک نہیں سکے گی۔ ان شاءاللہ!

(جاری کردہ: مرکزی شعبہ نشر واشاعت، تنظیم اسلامی، پاکستان)

# ہم آزاد نہیں!

اسد مفتی

کشور حسین شاد باد کو آزاد ہوئے 76 برس بیت چکے ہیں اوران برسوں میں ہم چاہے کچھ بھی نہ ہوئے ہوں لیکن آزاد ضرور ہو گئے ہیں۔ دوسرے ملک جب آزاد ہوتے ہیں تو انہیں سیاسی آزادی حاصل ہوتی ہے لیکن ہم آزاد ہوئے ہیں تو ہم نے زندگی کا ہر گوشہ آزاد کر لیا ہے۔ ہم معاشی، ثقافتی، مذہبی، اخلاقی اور ادبی میدان میں آزاد ہیں یہاں تک کہ سینما اور ٹی وی کے میدان میں بھی ہمیں آزادی حاصل ہے۔ رہا سوال صحافت کا تو ہماری صحافت بھی بالکل آزاد ہے۔ سیاست میں ہم جتنے آزاد ہیں، اتنا آزاد دنیا کا کوئی بھی دوسرا ملک نہیں ہے۔ سیاست میں ہم غیر ملکی غلامی سے ہی آزاد نہیں ہوئے ہیں بلکہ ہر پالیسی سے بھی آزاد ہو گئے۔ یہاں تک کہ اپنے فیصلے کرنے سے بھی آزاد ہو گئے ہیں۔ ایسا کوئی اصول، قاعدہ، قانون اور اخلاقیات نہیں جس سے ہم آزاد نہ ہوئے ہوں۔ ایسا کوئی اصول، منطق، عذر اور جواز نہیں جس سے ہم آزاد نہ ہوئے ہوں۔

ہمارے بڑے سے بڑے رہنما کے بارے میں کوئی نہیں کہہ سکتا کہ وہ جہاں ہے وہیں رہے گا کہ وہ آزاد ہے۔ جس پارٹی کا نمک کھایا ہے اس کا ساتھ نبھائے گا یا اب تک جس کی مخالفت کرتا ہے اس کی مخالفت کرتا رہے گا کہ وہ آزاد ہے۔ کوئی بڑے سے بڑے نجومی یا جوتشی بھی پتہ نہیں چلا سکتا کہ ہمارا لیڈر کب قلابازی کھائے گا کب یوٹرن لے گا کہ وہ آزاد ہے۔ وہ جسے آج گالی دے رہا ہے کل اسے گلے لگا لے اور آج جسے گلے لگا رہا ہے کل اس کا گلا کاٹ دے۔ ہمارے آزاد ملک میں جتنی آزاد ہماری سیاست ہے اتنی آزادی کسی اور شعبے میں نہیں۔ ہمارے سیاسی رہنما اور آمر ملک کے مفاد کے خلاف جو بھی کرتے ہیں نہ انہیں کوئی خوف ہوتا ہے اور نہ خطرہ۔ وہ اچھی طرح جانتے ہیں کہ وہ جو کچھ کر رہے ہیں اسے کرنے کی انہیں پوری آزادی ہے۔ کس کی مجال ہے جو ان کی آزادی میں رکاوٹ بنے؟ ہمارے سیاسی اور غیر سیاسی لیڈر آزادی سے کام کرنے کے اتنے عادی ہیں کہ ملک کی آزادی بھلے ہی خطرے میں پڑ جائے بھلے ہی آدھا ملک گنوا دیا جائے لیکن وہ اپنی آزادی کو ہرگز خطرے میں نہیں ڈالتے۔ جس ملک کے لیڈران کرام اتنے آزاد ہیں کہ انہیں آزادی کے علاوہ کچھ اور دکھائی نہیں دیتا تو مان لینا چاہئے کہ ملک حقیقت میں آزاد ہے۔

ہماری اس آزادی کو دیکھتے ہوئے ہمارے ملک کا سرمایہ بھی آزاد ہے اور سرمایہ دار بھی۔ پیسے اور سرمائے کے معاملے میں جو آزادی چور کو حاصل ہے وہی جیب کترے اور اسمگلر کو بھی ملی ہوئی ہے۔ ہمارے ملک کا سرمایہ آزادی سے ادھر ادھر گھومتا ہے، اسے پرہیز ہے تو صرف غریبوں سے۔ مزدوروں اور کسانوں سے۔ وہ لیڈروں سے لے کر غنڈوں، بدمعاشوں تک کی گود میں بیٹھنے سے قطعی نہیں شرماتا۔ بینکوں سے اربوں روپے معاف کرنے والوں سے نہیں جھجکتا، جو جتنا بڑا اسمگلر جتنا بڑا منافع خور، جتنا بڑا بینک کرپٹ ہے وہ اتنا ہی پیسے والا ہے۔

ہمارے وطن عزیز میں چور چوری کرنے کے لیے، ڈاکو ڈاکہ ڈالنے کے لیے، اسمگلر اسمگلنگ کے لیے، تاجر کالا دھندا کرنے کے لیے تو افسر رشوت لینے کے لیے آزاد ہیں۔ آپ چاہیں تو دوا میں زہر ملائیں یا دالوں، مسالوں میں اینٹ، پتھر یا آٹے میں ریت، آپ کو کوئی روکنے ٹوکنے والا نہیں۔ آزادی کی کتنی ہی ایسی مثالیں پیش کی جا سکتی ہیں لیکن میں ہوں کہ "اپنی آزادی" کو کوس رہا ہوں، اپنے نظام زندگی کو کوس رہا ہوں جس میں خود غرضی، لالچ، جھوٹ، فریب، استحصال، بنی نوع انسان کا جلال وقتال اور انتقام وعداوت روز مرہ کا معمول ہے۔

ملک شاد باد کو قائم ہوئے 76 برس بیت گئے اس دوران پانچ دریاؤں کے پلوں کے نیچے سے بہت سا پانی بہہ چکا ہے۔ آدھی صدی سے زائد بیت گئی ہم نے بہت کچھ دیکھا اور سنا ہے لیکن جو حاصل ہے وہ کیا ہے، انتشار، دہشت گردی، تعصبات، توہمات، انتہا پسندی؟ سیکولرازم، خیر سگالی، اخوت، عدم تشدد، روشن خیالی اور خوشحالی کی خواہش کو دیکھتا ہوں تو مجھے اپنے نئے ملک ہالینڈ کی یاد آتی ہے۔ میں سوچتا ہوں کہ پاکستان میں بھی ہالینڈ کی طرح جمہوریت، رواداری، امن پسندی، سیکولرازم، بھائی چارہ، حقیقت پسندی، وقار، انسانی عظمت، اور دیانت داری کی فضا کیوں سازگار نہیں ہو سکتی؟

آج جب ملک عزیز میں جرائم، بھوک، دکھ درد اور تاریکیوں کا راج ہے ان حالات میں افہام وتفہیم، عدم تشدد، بھائی چارہ، خوشحالی، شرافت، عظمت، عروج، ترقی، دیانت داری، وقار، شائستگی، حقیقت پسندی، عقل دوستی، ترقی پسندی اور امن پسندی کی اہمیت پہلے سے کہیں بڑھ جاتی ہے۔ آج ضرورت اس امر کی ہے کہ ہم ناداری، افلاس، جہالت اور جرائم کے خلاف جہاد شروع کریں لیکن سماج میں تبدیلی لانے کے بجائے حالات کو جوں کا توں رہنے دینے میں ہی عافیت محسوس کی جاتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ارباب اختیار گزشتہ 76 برسوں سے اس قسم کے جملے کہتے ہیں۔ "فراہم کئے جائیں گے۔ اقدامات کریں گے۔ گامزن کیا جائے گا۔ حاصل کریں گے۔ آمدنی میں اضافہ ہوگا۔ توقع کرتے ہیں۔ صحت مندانہ ہوگی۔ حاصل کیا جائے گا۔ لایا جائے گا۔ توجہ دی جائے گی۔ سہولتیں دی جائیں گی۔ یقینی بنایا جائے گا۔ اقدام اٹھائے جائیں۔ شروع کئے جائیں گے۔ کارروائی کی جائے گی۔" وغیرہ وغیرہ مندرجہ بالا یہ وہ جملے اور وعدے ہیں جو ہر وزیر یا حکومتی عہدیدار گاہے بگاہے دہراتا رہتا ہے۔ میں اور میرے جیسے لوگ زندگی کو اپنی ڈگر پر لانے کی سعی کرتے رہے ہیں اور کرتے رہیں گے۔ تاکہ انسانیت امن اور خوشحالی کی طرف گامزن ہو کہ ہم میں زندگی کو حسین سے حسین تر بنانے اور دیکھنے کی آرزو اور اس سے لطف اندوز ہونے کی تمنا ہر حال میں باقی رہتی ہے۔

❁❁❁

## دعائے صحت کی اپیل

☆ حلقہ کراچی وسطی کی مقامی تنظیم گلشن جمال کے ناظم بیت المال محترم سید محمد راشد علیل ہیں۔

برائے بیمار پرسی: 0333-3081883

☆ حلقہ کراچی وسطی کے ناظم توسیع دعوت محترم راشد حسین شاہ علیل ہیں۔

برائے بیمار پرسی: 0300-3511058

اللہ تعالیٰ بیماروں کو شفائے کاملہ عاجلہ مستمرہ عطا فرمائے۔ قارئین اور رفقاء و احباب سے بھی ان کے لیے دعائے صحت کی اپیل کی جاتی ہے۔

اَللّٰھُمَّ اَذْھِبِ الْبَاْسَ رَبَّ النَّاسِ وَاشْفِ اَنْتَ الشَّافِیْ لَا شِفَاءَ اِلَّا شِفَاؤُکَ شِفَاءً لَّا یُغَادِرُ سَقَمًا

## امیر تنظیم اسلامی کا تین روزہ دورہ حلقہ گوجرانوالہ ڈویژن

امیر محترم شجاع الدین شیخ ﷾، نائب ناظم اعلیٰ زون شرقی محترم پرویز اقبال کے ہمراہ حلقہ گوجرانوالہ کے سالانہ دورے کے سلسلے میں 21 جولائی بروز جمعہ تقریباً شام 6:30 پر کاموں کی پہنچے۔ امیر حلقہ علی جنید میر، ناظم دعوت عبدالرحمن، منفرد اسرہ کے نقیب زمان باجوہ اور مقامی اسرہ کے رفقاء واحباب نے استقبال کیا۔ مختصر آرام اور چائے پینے کے بعد مقامی مسجد میں نماز مغرب ادا کی گئی اور اس کے بعد خطاب عام کے لیے المعراج میرج حال، کاموں کی تشریف لے گئے۔

پروگرام کا آغاز رات 8:00 بجے ہوا۔ خطاب کا عنوان ''فلسفہ شہادت'' تھا۔ اس خطاب میں امیر محترم نے شہادت کا مفہوم اور شہادت کا لفظ قرآن میں کس معنی میں استعمال ہوا، واضح کیا۔ ماہ محرم کی فضیلت بیان کی اور فریضہ شہادت جسے امت مسلمہ بھلا چکی ہے کی طرف توجہ دلائی۔ انہوں نے کہا کہ ختم نبوت کے بعد یہ ذمہ داری اب ہمارے کندھوں پر ہے۔ اس کے بعد محرم میں ہونے والی شہادتوں کا پس منظر بیان کرتے ہوئے کہا کہ صحابہ کرام ﷢ کس مقصد کے لیے اپنی جان کی قربانی دے کر شہادت دی اور آج ہم کیا کر رہے ہیں۔ امیر تنظیم اسلامی نے شہادت کا سرفریضہ کا انجام دینے کے لیے تنظیم اسلامی کے پلیٹ فارم کا ذکر کیا اور حاضرین کو دعوت دی کہ ''تنظیم اسلامی کی دعوت'' نامی کتابچے کا مطالعہ کریں اور اس فریضہ کی ادائیگی میں ہمارا ساتھ دیں۔

یہ خطاب تقریباً ڈیڑھ گھنٹے پر مشتمل تھا جسے تقریباً 450 افراد نے سماعت فرمایا۔ اس پروگرام میں 70 خواتین نے بھی شرکت فرمائی۔

اس پروگرام میں مختلف مکاتب فکر کے لوگوں نے کثیر تعداد میں شرکت کی۔

اگلے روز 22 جولائی بروز ہفتہ مقامی مسجد میں نماز فجر کے بعد 25 منٹ کا درس قرآن دیا، جس میں 70 افراد نے شرکت کی۔

ناشتہ اور آرام کے بعد صبح 7:30 پر گوجرانوالہ کے لیے روانہ ہوگئے۔

22 جولائی بروز ہفتہ صبح تقریباً 8:30 بجے امیر محترم شجاع الدین شیخ ﷾، نائب ناظم اعلیٰ زون شرقی محترم پرویز اقبال کے ہمراہ مسجد نمرہ مرکز حلقہ گوجرانوالہ پہنچے۔ امیر محترم سے سالانہ ملاقات کے لیے اجتماع کا آغاز تلاوت قرآن حکیم سے ہوا جس کے بعد امیر حلقہ نے حلقہ کا مختصر تعارف پیش کیا۔ تقریباً دو گھنٹے امیر محترم نے تحریری سوالات کے جوابات دیے اور مختصر تذکیری کلام کیا۔ بعد ازاں بالمشافہ مبتدی بیعت کا اہتمام کیا گیا جس میں رفقاء کے علاوہ بہت سے احباب بھی شریک ہوئے۔ اسی طرح ملتزم رفقاء کی بیعت کا بھی اہتمام ہوا۔ یہ پروگرام 12:00 بجے تک جاری رہا۔ بعد ازاں امیر محترم نے حلقہ، مقامی تناظیم اور منفرد اسرہ جات کے تمام ذمہ داران، معاونین اور نقباء سے خصوصی تعارفی نشست کا انعقاد کیا جس میں ہر ذمہ دار کا امیر محترم کو مختصر تعارف پیش کیا۔ بعد ازاں ذمہ داران نے امیر محترم سے کچھ سوالات کیے۔

1:15 پر یہ پروگرام اختتام پذیر ہوا۔

اس کے بعد امیر محترم نے ایک رفیق تنظیم سے ملاقات کی جس میں انہوں نے کچھ ذاتی مسائل پر گفتگو کی اور امیر محترم سے رہنمائی حاصل کی۔ اس کے بعد امیر محترم نے آرام کیا۔ بعد نماز عصر گجرات کے لیے روانہ ہوئے۔ اور نماز مغرب سے قبل اشاعت توحید وسنت کے بانی عنایت اللہ شاہ بخاریؒ کے پوتے سید شفاءاللہ شاہ بخاری سے ملاقات کی۔ اور اس کے بعد ایک رفیق تنظیم کی عیادت کی۔ نماز عشاء کی ادائیگی کے بعد ملتزم رفیق امان اللہ کے گھر رات کا قیام کیا۔

فجر کی نماز قریبی مسجد رضائے حبیب میں ادا کی اور نماز کے بعد سورۃ ہود اور سورۃ القیامہ کی چند آیات پر درس دیا۔ جس میں تقریباً 70 افراد نے شرکت کی۔ آرام اور ناشتہ کے بعد پریس کلب گجرات کے لیے روانہ ہوئے۔

پریس کلب میں وکلاء، ڈاکٹرز، الیکٹرانک اور پرنٹ میڈیا کے لوگ اور گجرات شہر کی مذہبی اور سماجی شخصیات کو مدعو کیا گیا تھا، جن سے امیر محترم نے پہلے تقریباً 30 منٹ خطاب کیا اور تین نکات ان کے سامنے رکھے۔

1۔ فریضہ شہادت، 2۔ ملکی صورت حال اور IMF سے معاہدہ، 3۔ پاکستان میں دین کے نفاذ کے حوالے سے ہم کہاں کھڑے ہیں؟

ان نکات پر گفتگو کے بعد حاضرین نے امیر محترم سے سوالات کیے جن میں ملک کی موجودہ معاشی حالات، ملکی معاشرتی ابتری، پاکستان میں ابھی اسلام کے نہ آنے کی وجوہات سے متعلق سوالات شامل تھے۔ جس کا الحمدللہ امیر محترم نے تشفی بخش جوابات دیے۔

یہ پروگرام دن 12 بجے اختتام پذیر ہوا۔

اس پروگرام کے بعد امیر محترم مقامی تنظیم کے امیر نصیر احمد کے گھر تشریف لے گئے جہاں دوپہر کا کھانا اور نماز ظہر ادا کرنے کے بعد لاہور کے لیے روانہ ہوگئے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو ہدایت پر استقامت عطا فرمائے اور ہمارا حامی وناصر ہو۔ (رپورٹ: ناظم نشر واشاعت، حلقہ گوجرانوالہ)

## امیر تنظیم اسلامی کی چیدہ چیدہ مصروفیات

### (20 تا 26 جولائی 2023ء)

جمعرات (20-جولائی) کو مرکزی اُسرہ کے اجلاس میں شرکت کی۔ بعد نماز ظہر شعبہ مالیات اور سمع وبصر سے میٹنگز کیں۔ اس دوران میں بیرون ملک سے آئے ہوئے ایک رفیق تنظیم اور شام میں شیخوپورہ سے آئے ہوئے ایک رفیق سے ملاقات کی۔ بعد نماز عشاء اہل خانہ کے ساتھ آن لائن گھریلو اسرہ کا انعقاد کیا۔

جمعہ (21-جولائی) کو معتمد تنظیم اسلامی محترم سید احمد حسن کی اہلیہ کی وفات پر گھر جا کر تعزیت کی اور دعا فرمائی۔ شعبہ نشر واشاعت سے میٹنگ کی۔ قرآن اکیڈمی لاہور میں اجتماع جمعہ سے خطاب کیا۔ پھر ''امیر سے ملاقات'' کے پروگرام کی ریکارڈنگ کروائی۔ اس کے بعد نائب ناظم اعلیٰ، پرویز اقبال کے ہمراہ گوجرانوالہ حلقہ کے دورہ کے لیے روانگی ہوئی۔ کاموں کی میں بعد نماز مغرب المعراج میرج ہال میں تقریباً ڈیڑھ گھنٹہ ایک اجتماع عام میں ''فلسفہ شہادت'' کے موضوع پر خطاب کیا، جس میں تمام مکاتب فکر کے اندازاً 450 مرد اور 70 خواتین نے شرکت کی۔

ہفتہ (22-جولائی) بعد نماز فجر ایک مقامی مسجد میں درس قرآن دیا، جس میں 70 افراد شریک ہوئے۔ اس کے بعد 07:30 بجے گوجرانوالہ مرکز کے لیے روانگی ہوئی۔ 08:30 بجے تمام رفقاء سے ملاقات کی۔ پھر سوال وجواب کا پروگرام ہوا۔ آخر میں مبتدی وملتزم رفقاء نے بیعت کی۔ یہ پروگرام 12 بجے تک جاری رہا، اس کے بعد تمام ذمہ داران، معاونین اور نقباء سے خصوصی تعارفی نشست کا انعقاد ہوا۔ پھر سوال وجواب کا سیشن ہوا۔ بعد ازاں ایک رفیق تنظیم سے ملاقات کی۔ بعد نماز عصر گجرات روانگی ہوئی۔ وہاں پر عنایت اللہ بخاریؒ کے پوتے، سید شفاء اللہ بخاری صاحب سے نماز مغرب سے قبل مختصر ملاقات ہوئی۔ انہوں نے بانی محترمؒ کے لیے اچھے کلمات کہے۔ 1986ء کے ایک رفیق اکرام اللہ کی عیادت کی۔ بعد نماز عشاء ملتزم رفیق امان اللہ کے گھر رات کا قیام کیا۔

اتوار (23-جولائی) کی صبح ایک مقامی مسجد، رضائے حبیب میں بعد نماز فجر درس قرآن دیا، جس میں 70 افراد نے شرکت کی۔ 10 بجے پریس کلب میں پاکستان کے حالات کے حوالے سے خطاب ہوا، جس میں صحافی، وکلاء اور پروفیسرز صاحبان نے شرکت کی۔ مولانا زاہد الراشدی سے ملاقات طے تھی۔ مگر ان کی ہمشیرہ کے انتقال کی بنا پر نہ ہوسکی۔ اس کے بعد لاہور واپسی ہوئی اور اسی شام کو یہاں سے کراچی جانا ہوا۔

پیر، منگل، بدھ (24، 25، 26-جولائی) کو کراچی میں معمول کی مصروفیات رہیں۔

بدھ کو ایک رفیق تنظیم کے گھر اہل خانہ کے ساتھ جانا ہوا۔

نائب امیر سے تنظیمی امور کے حوالے سے آن لائن رابطہ رہا۔

# The Development of the Social Sciences, the Idea of an "Islamic Way of Life" and the Twenty-First Century Islamic Movements

The fundamentals of Western philosophy, disguised as suspension of judgment or agnosticism, were in fact the denial of God and the life Hereafter. They caused the physical universe to replace the transcendental concepts of God and soul from the center of human concern and inquiry. Numerous scientific discoveries and inventions naturally followed from this exclusive emphasis on worldly interests. Eschatological doctrines of life-after-death were completely rejected as topics of research in favor of the immediacy of worldly existence. As a result of persistent and exclusive thinking about the multifarious aspects of worldly life, a number of sociological and politico-economic theories were conceived and put forward. These theories gradually developed into full-fledged ideologies and world-views. Confined to strictly academic discussion in the earlier stages, these world-views were later made the social, political, and economic basis of nations. The age-old political systems based on traditional feudalism were replaced by nationalism, dictatorship, and democracy, and ancient economic systems by capitalism and socialism. A number of new political and economic movements emerged in the wake of these changes.

The world of Islam also received the impact of Western ideas in the field of social sciences, and Muslims began to propound Islam as a system of life. Islamic teachings were projected as an all-embracing 'system of life', and movements in different lands were launched to implement and put into practice this system of life.

These twentieth century revivalist movements started almost simultaneously in Muslim countries from Indonesia to Egypt.They were similar in a number of ways.Indeed, it would not be far from true to say that they were all animated by a single conception of religion. It must be admitted, in all fairness, that these efforts imparted credibility to Islam as a code of life superior to other ideologies, and weakened the influence of the West upon the young.

There were other factors that helped to limit the influence of Western ideas and culture.The sweeping military and political victories of the Western colonial powers were checked with the passage of time and in many countries were met with forceful and sustained nationalist freedom movements.Consequently, Western countries were forced to withdraw their political hegemony from occupied lands.

Though political influence and economic domination in the form of defense pacts or military and monetary aid programs are still very much there, almost the entire Muslim bloc has gotten rid of the yoke of direct rule by imperialist powers.In many Muslim countries nationalist freedom and self-rule movements were launched, and these invariably appealed to religious sentiments of the people for sparking off feelings of nationalism.There was no alternative to this, as Muslim nationalism had no anchorage other than Islam.This appeal to religion, however, was more like a slogan than an existential concern for the Islamic faith.Yet it did strengthen the idea of the revival of Islam.At the same time, the hollowness of Western civilizations had been clearly brought out by the two disastrous world wars, causing even the West to consider the foundations of its own culture as ill-conceived and misguided.Materialistic atheism reached its logical culmination in the forms of socialism and communism, and moral as well as religious values were reinterpreted in purely economic terms. This alarmed Western peoples themselves, and they began to propound a new philosophy of humanism which was quite sympathetic to spiritual values. In the realm of science new physical theories shook the very foundations of Newtonian physics and Euclidean geometry. Matter was no longer considered as something permanent and tangible, and the former absolute faith in mechanical laws gave way to less rigid views of the universe. This made it easier to affirm metaphysical beliefs, and gave support to religion.

**Ref: An excerpt from the English translation of the Book " اسلام کی نشاۃ ثانیہ :کرنے کا اصل کام "byDr Israr Ahmad *(RAA)*; "ISLAMIC RENAISSANCE: The Real Task Ahead" [Translated by Dr. Absar Ahmad]**

Vol: 32 Regd. No. C.P.L NO.114 No.30

Weekly **Nida-e-Khilafat** Lahore